ہمدردِ نونہال
مارچ ۱۹۵۹ء

ایک بیچارا ننھا ھاتھی

بس اسٹاپ پر جب بس رکی اور دو تین آدمیوں کے پیچھے لوگوں نے جب ایک ننھے ھاتھی کو کھڑے دیکھا تو انہیں بہت حیرت ہوئی۔ اور خاص طور پر اس وقت جب آدمیوں کے بس میں سوار ہونے کے بعد ھاتھی بھی بس میں چڑھنے لگا تو ڈرائیور حیرت سے اچھل پڑا۔

ارے ارے — تم کہاں چلے آرہے ہو بھئی! — ڈرائیور نے ننھے ھاتھی سے پوچھا۔

کیوں میں کیوں نہ آؤں۔ ھاتھی نے تن کر جواب دیا تمہارے پاس جگہ نہیں ہے کیا ؟

جگہ تو ہے لیکن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ڈرائیور اور کنڈکٹر اسکی یہ بات سنکر گھبرا گئے آنہ سے کوئی بات نہ بن پڑی۔

لیکن کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ھاتھی نے پوچھا۔ میرے پاس ٹکٹ کے پیسے ہیں میں اپنا ٹکٹ لوں گا مفت نہیں جارہا ہوں۔

مگر تم جگہ زیادہ گھیرو گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کنڈکٹر نے جواب دیا۔

نہیں میں صرف آدھی سیٹ پر بیٹھوں گا۔ ھاتھی نے کہا مجھے ذرا جلدی تھی ورنہ میں یونہی معمول کے مطابق ٹہلتا ٹہلتا اپنا کھانا کھانے چڑیا گھر تک جاسکتا تھا۔ اور اتنا کہنے کے ساتھ ہی وہ لیڈیز سیٹ کے پیچھے والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اور بس روانہ ہو گئی۔

سیٹ واقعی بہت چھوٹی تھی اور ھاتھی بہت مشکل سے جسم سکیڑے بیٹھا تھا اسقدر کہ وہ سانس تک اچھی طرح سے لیتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو میرے سانس لینے ۔ لوگوں کی ٹوپیاں وغیرہ اڑ جائیں اور مجھے اترنا پڑے۔ ھاتھی ابھی اسی مشکل میں پھنسا ہوا تھا کہ آگے بس اسٹاپ پر ایک بوڑھی عورت جس نے پروں والی ھیٹ پہن رکھی تھی اسکے آگے آکر بیٹھ گئی۔ ان پروں کی وجہ سے ھاتھی کی سونڈ میں گدگدی سی ہونے لگی اور اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اسے چھینک آرہی ہو۔

اب تو ھاتھی بہت گھبرایا۔ اس نے بہت روکنے کی کوشش کی لیکن چھیں چھیں چھوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسے چھینک آگئی اور اسکے چھینکتے ہی سب لوگوں کی ٹوپیاں ادھر سے اڑ کر ادھر جا گریں اور دو ایک کھڑے ہوئے آدمی ڈگمگا کر ایک دوسرے کے اوپر گر پڑے۔

اتارو اس کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سب لوگ چیخے اور بس ڈرائیور نے بس روک کر ھاتھی کو اترنے کا حکم دے دیا۔

بیچارا ھاتھی چپ چاپ بس سے اتر گیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ غلطی اسی کی ہے۔ اور اسے اس بات کا بہت افسوس تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس دن کے بعد پھر کبھی کسی نے ھاتھی کو بس میں سفر کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(تصدق سہیل)

مارچ ۱۹۵۹ء

ماہنامہ ہمدردِ نونہال کراچی

ایک رسالہ چار آنے

سالانہ ڈھائی روپے ([illegible])

جلد: ۷ نمبر: ۳

مدیرۂ اعزازی:- ثریا ہمدرد ایڈیٹر:- مسعود احمد برکاتی

پرچہ ترکیبِ استعمال

پڑھو ہمدرد نونہال اس طریقہ سے جیسے بتائے تمھیں ایڈیٹر
کہ پڑھنا ہی اس کا مفید تمھارے لیے۔ لکھی ہی ایک نظم "خوشی
کی صبح" عبدالغنی شمس صاحب نے (صفحہ ۳) دیکھو ایک "دلچسپ ڈرامہ"
جناب حامداللہ افسر کا (صفحہ ۴) پھر نظر آئیگی تمھیں ایک کہانی
"جن بار نانی" (صفحہ ۷ پر) ورق الٹو اور پڑھو محشر بدایونی صاحب
کی نظم "چڑیا گھر کی سیر" پھر کرو تم سیر آسمان کی یعنی پڑھو مضمون
"جمی اور بانو ستاروں میں" لکھا ہوا وحیدہ نسیم آپا کا (صفحہ ۱۱)
اور ملے گا تمھیں صفحہ ۱۶ "پر آگ کا پانی" مسلم ضیائی صاحب کا۔
اب ذرا لگاؤ "ٹڈے شاہ کا سوگ" جس کو منایا ہے قیصر مراد آبادی صاحب
نے۔ ہاں صفحہ ۲۰ پر ایک اچھی اچھی کہانی بھی پڑھو، وہ کہانی ہے "نئی
ساڑھی"۔ نیند تو آرہی ہوگی تمھیں مگر "سوجا میرے لاڈلے" (صفحہ ۲۴) پڑھتے پڑھتے نہ سونا ہرگز
اور اس کے بعد پڑھنا انوار احمد انوار کی کہانی "بے آواز لاٹھی" (صفحہ ۲۶) لو دیکھو ایک کارٹون
دل چسپ (صفحہ ۲۹) پھر پڑھو "لومڑی کا انجام" ایک کہانی قمر نقوی صاحب کی۔
(صفحہ ۳۰) اور "زمین کے متعلق" (صفحہ ۳۲) بھی کچھ معلومات حاصل کرو۔ پھر
"جڑواں پیدا ہونے والوں کی باتیں بھی سن لو۔

حکیم حافظ محمد یحییٰ پرنٹر پبلشر نے ہمدرد ٹرسٹ کے لیے مشہور آفسٹ پریس میں چھپوا کر دفتر ہمدرد نونہال، ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

پہلی بات

نونہالو! ہمدرد نونہال کا تازہ شمارہ حاضر ہے۔ اب تو اس میں بہت تبدیلیاں ہوگئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسکے پڑھنے والوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔ ہم تمھارے خطوط بہت دلچسپی اور غور سے پڑھتے ہیں اور تمھارے مشوروں کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ بہت سے نونہالوں کی رائے ہے کہ ہمدرد نونہال کے صفحات بڑھائے جائیں، اس کی چھپائی زیادہ اچھی کیجائے اُس کے ٹائٹل کو زیادہ خوب صورت بنایا جائے اور اسی کے ساتھ اسکی قیمت بھی بڑھا دی جائے۔ اس وقت ہمدرد نونہال کی قیمت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کے مصارف اور زیادہ کیے جائیں لیکن اگر سب نونہالوں کی یہی رائے ہوگی تو ادارہ اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہے کہ اس کی قیمت میں معمولی سا اضافہ کرکے اسکی چھپائی کو زیادہ صاف اور خوبصورت بنایا جائے اور اس میں تصاویر اور صفحات کا اضافہ بھی کیا جائے۔ اس لیے ہمدرد نونہال کے پڑھنے والے تمام نونہالوں کو چاہیے کہ وہ اس سلسلہ میں جلد سے جلد اپنی رائے لکھیں اور یہ بھی لکھیں کہ وہ ہمدرد نونہال میں کیا تبدیلی چاہتے ہیں۔ کون سے مضامین انھیں اچھے لگتے ہیں اور کس قسم کے مضامین انھیں پسند نہیں ہیں۔

ہمدرد نونہال، نونہالوں کا اپنا پرچہ ہے اس کو بہتر بنانے میں انھیں ہماری مدد کرنا چاہیے۔
ہم تمھاری رائے اور مشورے کے منتظر ہیں۔

"ادارہ"
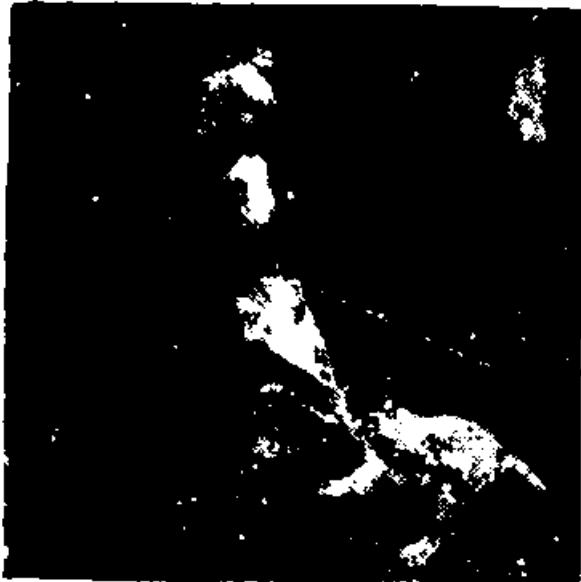
گزشتہ مہینے کا ٹائٹل تمھیں پسند آیا۔ فروری کے ٹائٹل کی یہ تصویر "کوڈک لمیٹڈ" کی مہربانی سے ہمیں حاصل ہوئی تھی لیکن افسوس ہے کہ ہم فروری کے ہمدرد نونہال میں "کوڈک لمیٹڈ" کا حوالہ دینا بھول گئے بہرحال ہم میسرز "کوڈک" کا تمھاری جانب سے بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

خوشی کی صبح

عبدالغنی شمس
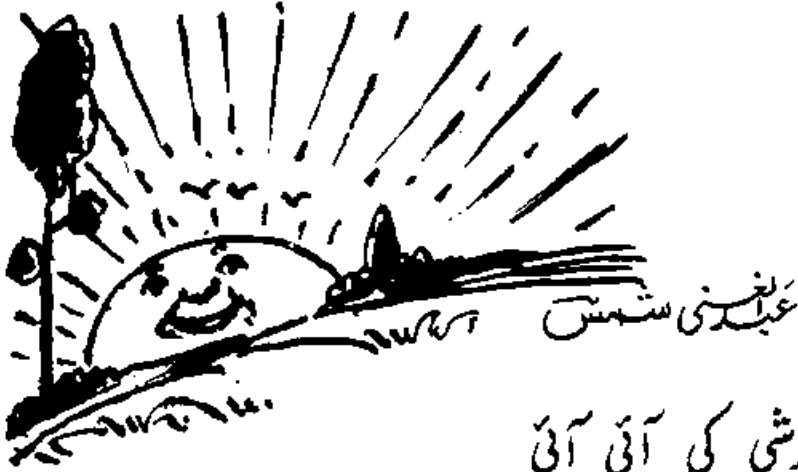
صبح خوشی کی آئی آئی
خالص ملنے لگے لے بھائی
گھی، مکھن اور دودھ ملائی
دور ہوئی اب وہ مہنگائی
صبح خوشی کی آئی آئی

سارے پھل سستے ہیں لے لے
سیب انگور انار اور کیلے
بھرے ہوئے ہیں ان سے ٹھیلے
صبح خوشی کی آئی آئی

سستا ہے اب ہر اک میوا
کیا بادام اور کیا چلغوزا
جی بھر کھا اخروٹ اور پستا
صبح خوشی کی آئی آئی

ساگ، آلو اور بیگن، گوبھی
لوکی، بھنڈی، شلغم، مُولی
اب سستی ہے ہر اک سبزی
صبح خوشی کی آئی آئی

بیٹھا ہے اِسمگلر گُم سُم
کالے چور کی سِٹّی ہے گُم
لیکن کتنے خوش ہیں ہم تم
صبح خوشی کی آئی آئی

سِتار نواز

(ایک ایکٹ کا ڈرامہ)

(حامد اللہ افسر)

کام کرنیوالے

بوڑھا بھولو :- ایک نیک اور اداس کسان

اجنبی :- ایک ادھیڑ عمر کا فقیر، پرانا کالا کمبل اوڑھے ہوئے پیشانی پر سجدوں کا نشان

امینہ :- بھولو کی بھانجی گود میں بچّہ لیے ہوئے۔

نفّو :- بھولو کی ادھیڑ پڑوسن، لڑاکا اور بدمزاج

سلّو :- بھولو کی بوڑھی چچازاد بہن۔

(پردہ اٹھتا ہے تو بھولو کی جھونپڑی کا اندر کی طرف کا حصہ نظر کے سامنے آتا ہے، ایک طرف ایک پلنگ پڑا ہوا ہے جس پر بے ڈھنگے پن سے بستر لپٹا ہوا رکھا ہے، دوسری طرف لکڑی کی ایک پٹری پر بیٹھا ہوا بوڑھا بھولو ایک میلے کپڑے سے اپنا ستار صاف کر رہا ہے۔)

بھولو: (ستار سے) لو بیٹا! تمھارا سنگار ہوگیا، اب تو چمچماہٹ آگئی جس کا جواب نہیں، اب تو ایک اچھا سا گیت سنا دو، دیکھو اب نخرے نہ کرنا، اچھا۔

(بھولو ستار بجاتا ہے، نہایت ناگوار بے سری اور بے آہنگ آواز نکلتی ہے، وہ بہت اداس اور غمگین ہوکر اپنا سر ہلاتا ہے، اور ستار کو دیوار سے لگاکر رکھ دیتا ہے، امینہ بچّے کو گود میں لیے آتی ہے، بچّہ چیخ چیخ کر رو رہا ہے۔)

امینہ: بھولو ماما، میں تو سمجھ رہی تھی تم کھیت پر ہوگے مگر پھر یہ بھی خیال تھا کہ ستار نے تمھیں کاہے کو چھوڑا ہوگا، اچھا ہوا تم مل گئے، اس بچے نے تو میرا ناک میں دم کر دیا ہے، چار راتیں ہوگئیں کمبخت نے پلک نہیں جھپکائی ہے۔

(بھولو کوئی توجہ نہیں کرتا)

امینہ: (گفتگو جاری رکھتی ہے) بھولو ماما! اپنے ستار پر کوئی اچھی سی لوری بجا دو، شاید یہ سو جائے۔

(بھولو اپنے ستار کی طرف اداسی سے دیکھتا ہے اور گردن ہلاتا ہے)

امینہ: اچھا لوری نہیں بجا سکتے تو کوئی شیریں، سہانا، کومل سر نکالو جو بچّے کو سلا دے، (بچے سے) سو جا میرے

بچّے سو جا۔

(بھولو ستار اٹھاتا ہے، بڑی بے سری آواز نکلتی ہے بچّہ اور زیادہ چیخ چیخ کر رونے لگتا ہے)

امینہ: ماما رکو، بند کرو۔ کان پھٹے جاتے ہیں۔

(امینہ بچّے کو لیے ہوئے جھونپڑی سے باہر بھاگ جاتی ہے، سلّو آتی ہے۔

سلّو: بھولو بھیّا، کیا کر رہے ہو، چپ کیوں بیٹھے ہو۔ بھولو کچھ یاد ہے جب تم جوان تھے تو تم سارا دن پہاڑیوں پر گاتے پھرا کرتے تھے، تم تو ہر وقت گاتے تھے وہ گڈریوں والا گیت کتنا اچھّا تھا، وہی جو گڈریے روز صبح کو بھیڑیں ہانکتے ہوئے گاتے تھے اب گڈریے وہ گیت نہیں گاتے۔

بھولو: ہاں سلّو! وہ بڑا سہانا گیت تھا۔

سلّو: مولو اب بھی بھیڑیں چراتے ہوئے اسے گاتا ہے۔

بھولو: مولو!

سلّو: ہاں مولو، میرا بھائی وہی گیت گاتا ہے، اچھّا تم مجھے وہ گیت سنا دو، کتنا اچھا ہے وہ گیت۔

بھولو: سلّو، اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، اب مجھ سے کسی گیت کے سُر نہیں پیدا ہوتے۔

سلّو: واہ بڑھاپے میں تو اور زیادہ مشق ہو جانی چاہیے اٹھاؤ ستار اٹھاؤ، بس ایک دفعہ وہ گیت بجا دو۔

(بھولو اپنی تعریف سے خوش ضرور ہوتا ہے مگر اسے خود پر اعتماد پیدا نہیں ہوتا، پھر بھی وہ ستار اٹھاتا ہے اور گڈریے کے گیت کے سُر نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ستار سے وہی بھیانک اور بے آہنگ آواز پیدا ہوتی ہے، سلّو کانوں پر ہاتھ رکھ کر بھاگتی ہے۔

بھولو بہت رنجیدہ اور مغموم ہو کر ستار رکھ دیتا ہے اور اپنے ہاتھوں پر سر رکھ کر بیٹھ جاتا ہے۔

(جلدی جلدی قدم رکھنے کی آواز آتی ہے اور نفّو زور سے دروازہ کھول کر اندر آتی ہے)

نفّو: ارے بھولو یہاں بیٹھا ہوا کیا کر رہا ہے دیکھتا نہیں کیسی گھنگھور گھٹا اٹھی ہے، بڑے زور کا طوفان آ رہا ہے۔ ننھے کے ابّا دریا کنارے چھپر کے لیے پھوس اکٹھا کر رہے ہیں۔ میں تمھارے پاس اس لیے آئی ہوں کہ تم میرا ایک کام کر دو۔

بھولو: نا بھیّا، مجھ سے دوڑا نہیں جائے گا، اس طوفان میں گھر سے باہر جانا میرے بس کی بات نہیں ہے،

(بادلوں کی کڑک سنائی دیتی ہے)

نفّو: ان سلائی سی ٹانگوں کو دوڑا کون رہا ہے، میں تمھیں کہیں بھیجنا نہیں چاہتی، میں تو یہ چاہتی ہوں کہ تم اونچے سُروں میں اپنے ستار پر کوئی اچھی سی گت بجا دو، ننھے کے ابّا اس کی آواز سن کر سیدھے چلے آئیں گے۔

(بھولو اپنا ستار اٹھا کر بجاتا ہے، ایک ہلکی سی آواز پیدا ہوتی ہے، ایسی جیسے کوئی کراہ رہا ہو۔

نفّو: اور اونچے سُر نکالو۔

(اک دم بھولو کے ستار سے نہایت کرخت اور بے سُری گونج نکلتی ہے، سلّو اور امینہ دوڑی ہوئی جھونپڑی میں آتی ہیں۔)

سلّو اور امینہ (ایک ساتھ) ارے خدا کے لیے یہ بھائیں بھائیں بند کرو، دیکھتے نہیں ہو اس خوفناک آواز نے کیسا طوفان برپا کر دیا ہے۔

(بجلی چمکتی ہے، کڑک کی آواز پھر سنائی دیتی ہے،

سلّو اور امینہ اور نفو بھولو کو تنہا چھوڑ کر جھونپڑی سے باہر چلی جاتی ہیں بھولو اپنا ستار جھونپڑی کے کونے میں کھڑا کر دیتا ہے، ایک ادھیڑ عمر کا فقیر جو کالا کمبل اوڑھے ہوئے ہے اور جس کی پیشانی پر سجدوں کا نشان ہے جھونپڑی کے دروازے پر آکر پوچھتا ہے۔

اجنبی فقیر: اے بابا کوئی ہے یہاں، کیا ہم ذرا سی دیر کیلیے اندر آجائیں۔

بھولو: ہاں بابا، آئیے اندر آجائیے۔ یہاں طوفان سے کچھ تو امان ملے گی۔

اجنبی فقیر: خدا تمھارا بھلا کرے (اندر آتا ہے)

بھولو: آرام سے بیٹھ جائیے۔ میں آپ کے لیے کچھ کھانا لاتا ہوں۔

اجنبی فقیر: ہاں بابا بھوک تو بہت لگی ہے، کچھ کھانے کے لیے لے آؤ تو بہت اچھا ہو۔ (بھولو کھانا لاتا ہے، فقیر سیر ہو کر کھاتا ہے۔ طوفان کا زور گھٹ رہا ہے۔)

اجنبی فقیر: اچھا اب طوفان ختم ہو رہا ہے، اب ہمیں اجازت دو۔

بھولو: ابھی کیا جلدی ہے بابا، تھوڑی دیر آرام کر کے پھر چلے جانا۔

(اجنبی فقیر کی نظر بھولو کے ستار پر پڑتی ہے)

اجنبی فقیر: یہ ستار تو بڑا اچھا ہے کیا تمھیں ستار بجانے کا شوق ہے آؤ کچھ سناؤ۔

(بھولو ستار لے کر بیٹھ جاتا ہے اور محبت سے اس پر ہاتھ پھیرتا ہے۔)

بھولو: بابا مجھے اپنے ستار سے بڑی محبت ہے، مگر مجھ سے اب ستار بجتا نہیں، میں جب ستار بجانے کی کوشش کرتا ہوں تو بڑی سخت اور کرخت آوازیں نکلتی ہیں اور بڑا بھیانک شور اس سے پیدا ہونے لگتا ہے۔

اجنبی فقیر: تم مجھے ستار نہیں سنانا چاہتے تو خیر نہ سناؤ، تم میرے ساتھ بہت لطف و عنایت سے پیش آئے ہو۔ خدا تمھارا بھلا کرے، مجھ پر ایک مہربانی اور کرو مجھے یہ بتاؤ کہ تمھاری سب سے بڑی تمنا کیا ہے۔

بھولو: (انتہائی خوشی کے ساتھ کھڑے ہو کر) میری — میری سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ میں اعلیٰ درجے کا ستار نواز بن جاؤں (بیٹھ کر ستار اٹھا لیتا ہے اور اس پر ہاتھ پھیرنے لگتا ہے) میرا جی چاہتا ہے کہ جب میں ستار بجاؤں تو اس میں سے لیسے وجد آفریں الہامی نغمے نکلنے لگیں جو سننے والے کو مست اور بے خود کر دیں۔

(اجنبی فقیر مسکراتے ہوئے بھولو کے قریب آتا ہے، ایک ہاتھ بھولو کے شانے پر رکھتا ہے اور دوسرے سے ستار کے ہر تار کو چھوتا ہے، ستار میں سے مدھم سُر نکلتے ہیں)

اجنبی فقیر: خدا تمھاری آرزو پوری کرے، اب مجھے اجازت دو اور تم ستار سے اپنا شوق پورا کرو، خدا نے چاہا تو ستار اب تمھارا ساتھ دے گا۔

(اجنبی فقیر چلا جاتا ہے۔)

بھولو اجنبی فقیر سے کچھ کہنا چاہتا ہے مگر اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلتا وہ اپنا ستار اٹھا کر آہستہ آہستہ بجانے لگتا ہے۔ نہایت دل نواز آواز پیدا ہوتی ہے، بھولو کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی، اب اس نے اور جوش میں بھر کر ستار بجانا شروع کیا اور اس کی رسیلی آواز دور دور تک پہنچنے لگی، پہلے امینہ گود میں بچہ لیے ہوئے آئی اور بھولو کے پاس کھڑے ہو کر جھومنے لگی، پھر سلّو آئی، پھر نفو آئی اور حیرت سے بھولو کو تکنے لگی، فقر کی دعا نے اسے پھر ستار نواز بنا دیا تھا۔ اور اس کے ستار سے پھر دل نواز اور رسیلے نغمے برسنے لگے تھے۔

جن مار نائی

بہت دن کی بات ہے کہ ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک نائی رہتا تھا، بےچارہ بڑا سیدھا سادا اور نیک نائی تھا، سب نائی ایسے کہاں ہوتے ہیں، مگر اس کی بیوی بڑی بےڈھب تھی، اُس نے غریب نائی کا ناک میں دم کر رکھا تھا، ہر وقت اس کے پیچھے پڑی رہتی تھی۔ "اپنے میکے میں مجھے کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ آرام اور چین سے زندگی بسر کرتی تھی، جب سے یہاں آئی ہوں میری جان مصیبت میں پڑگئی ہے، کام کرتے کرتے مری جاتی ہوں، اس پر بھی نہ پیٹ کو روٹی ملتی ہے نہ تن کو کپڑا، میں کہتی ہوں کیا تو مجھے ستا ستا کر مار ڈالنے کے لیے بیاہ کر لایا تھا؟"

بیچارا نائی رات دن اسی قسم کی باتیں سنتے سنتے عاجز آگیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کیا کرے۔

آخر جب وہ بہت پریشان ہوگیا تو ایک روز اپنی کسبت اٹھائی اور گھر سے نکل پڑا کہ کسی دوسری بستی میں جاکر قسمت آزماؤں گا ممکن ہے وہاں کچھ زیادہ آمدنی ہو جائے۔

چلتے چلتے جب وہ تھک گیا تو ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور اس کے تنے سے کمر لگاکر آرام کرنے لگا۔ اب سنو، اس درخت پر ایک پرانا کھوسٹ جن رہتا تھا جو بڑا ظالم اور خونخوار تھا، اس نے جو نائی کو درخت کے نیچے بیٹھے دیکھا تو لگا خوش ہونے "مدت کے بعد آج شکار ملا ہے، اسے تو کچا ہی چبا جاؤں گا۔" یہ سوچتے ہی اس نے پہلے اپنی ایک لمبی ٹانگ زمین پر رکھی پھر دوسری ٹانگ رکھی اور بڑے بڑے ہاتھوں کی لمبی لمبی انگلیاں پھیلاکر نائی کی طرف بڑھا۔

نائی گھبرایا ضرور مگر وہ بھی تھا بڑا کائیاں کہنے لگا "اوہو! تم اتر آئے، میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس درخت پر جو جن رہتا ہے، درخت کے اوپر چڑھ کر اسے پکڑ لاؤں۔ اچھا ہی ہوا جو تم خود اتر آئے، بات یہ ہے کہ جہاں کہیں جن ملتے ہیں بس انھیں پکڑ کر بند کر لیتا ہوں۔ ایک دوا

کے لیے مجھے بہت سے جنوں کی ضرورت ہے ان سب کو پھونک کر ان کی خاک دوا میں ملاؤں گا۔ اچھا آؤ تم اس کسبت کے اندر گھس جاؤ۔"

جن بہت سٹ پٹایا، وہ سوچنے لگا یہ تو بڑے بے ڈھب آدمی سے پالا پڑا، اب اس سے چھٹکارا پانے کی کیا تدبیر کروں، نائی نے اس کی گھبراہٹ کو بھانپ لیا اور اپنی کسبت سے آئینہ نکال کر جن کو دکھایا اور کہا "دیکھو نا، یہ کیا اس کے اندر جن بند ہیں تمھیں بھی انھیں کے ساتھ ٹھونسوں گا۔"

جن نے جو اپنا بد قطع، بھونڈا اور کریہہ المنظر عکس دیکھا تو اور بھی رہے سہے حواس جاتے رہے، ڈراؤنی اُبلی اُبلی آنکھیں اور موٹے موٹے لٹکتے ہوئے ہونٹوں میں سے نکلے ہوئے بڑے بڑے دانت دیکھ کر وہ خوف سے بھری ہوئی آواز میں بولا، "مالک میں تمھارا ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوں، جو حکم دوگے وہ کروں گا، مجھے اس میں بند نہ کرو۔"

نائی بولا، "میں کام وام کچھ نہیں جانتا، مجھے جنوں کی بکواس کا اعتبار نہیں، تم لوگ جب کسی مشکل میں پھنس جاتے ہو تو لمبے سیدھے وعدے کرنے لگتے ہو، مگر جب تمھاری بات مان لی جاتی ہے تو تم اپنے سارے وعدے بھول جاتے ہو اور کچھ بھی نہیں کرتے دھرتے۔"

جن خوشامد کرتے ہوئے بولا، "نہیں مالک یہ بات نہیں ہے، تم مجھے حکم دو اور دیکھو میں کس طرح اس کی تعمیل کرتا ہوں۔"

نائی کچھ اس انداز سے جیسے وہ اس پر بڑا احسان کر رہا ہو، بولا، "اچھا خیر، اس وقت میں تمھیں بند نہیں کرتا، تم فوراً ایک لاکھ اشرفیاں لاکر مجھے دو، اس کے بعد میرے گھر کے پیچھے جو اُسارا ہے اُسے گیہوں سے بھر دو۔"

جن یہ کہتا ہوا غائب ہوگیا کہ "میں ابھی اس حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔"

چند منٹ بعد ہی جن نے نائی کے سامنے سنہری اشرفیوں کا ڈھیر لگا دیا اور غلّے کی کوٹھی بھرنے کے لیے چل دیا۔

اب نائی صاحب بہت خوش خوش گھر پہنچے اور بیوی کو اپنی دولت دکھائی، اشرفیوں کو دیکھ کر بیوی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، اس نے حیران ہوکر پوچھا، "تم یہ سب اشرفیاں کہاں سے لے آئے؟" نائی نے جواب دیا، "یہ دولت میں نے اپنی سمجھ اور عقل سے پیدا کی ہے، ابھی دیکھتی رہو کیا کیا ہوتا ہے۔" اب بیوی کو نائی میں ہزاروں خوبیاں نظر آنے لگیں۔ اب کوئی آدمی دنیا میں اس سے بہتر نہیں تھا وہ اس پر جان چھڑکنے لگی، اس کی بلائیں لینے لگی۔ اب نائی کی بیوی کا چڑچڑاپن رخصت ہوگیا، اس کی بدمزاجی ختم ہو گئی۔ جب تھوڑی دیر بعد نائی کی بیوی کمرے سے باہر جاکر گھر کے کام کاج میں لگ گئی تو جن پھر آیا اور کہنے لگا، "مالک گیہوں سے اسارا بھر دیا ہے اور جو کچھ

تمھیں درکار ہو وہ بھی بتاؤ، سب چیزیں حاضر کی جائیں گی"۔

نائی نے اپنی ضرورت کی سب چیزیں جن سے منگانی شروع کیں اور رفتہ رفتہ وہ بہت آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنے لگا۔ ایک بڑا شان دار مکان اس نے بنوا لیا اور بہت سے نوکر چاکر اس کی خدمت کے لیے موجود رہنے لگے۔

ایک دن جب یہ نائی والا جن اپنے مالک کے لیے بہت سا گیہوں لادے ہوئے لا رہا تھا تو اسے ایک دوسرا جن ملا اور اس سے پوچھنے لگا کہ "تم یہ گیہوں کس کے واسطے لیے جا رہے ہو اس نے جواب دیا میں یہ گیہوں اپنے مالک کے واسطے لیے جا رہا ہوں"۔

دوسرا جن بولا" مالک کون؟ اس نے کہا" میرا مالک نائی ہے"۔ دوسرے جن نے کہا،" تمھیں شرم نہیں آتی، جن ہوکر آدم زاد کی غلامی کرتے ہو"۔ نائی والے جن نے کہا،" تم اس نائی کو جانتے نہیں، اس نے نہ جانے کتنے جنوں کو بند کر رکھا ہے، وہ ان سب کو جلاکر خاک کردے گا اور اس خاک سے کوئی دوا بنائے گا"۔ دوسرے جن نے سوچا کہ یہ نائی ضرور کوئی بڑا چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے، اس نے کسی ترکیب سے ہمارے اس ہم جنس کو بے وقوف بنالیا ہے، اس نے نائی والے جن سے کہا،" ذرا چل کے مجھے دکھاؤ تو سہی وہ نائی کون ہے؟" نائی والے جن نے اپنا اناج کا گٹھر اٹھاتے ہوئے جواب دیا" نہیں بھیا، میں اپنے ساتھ تمھیں وہاں نہیں لے جاؤں گا، تم تنہا جاؤ، مگر یہ بتائے دیتا ہوں کہ اس سے ذرا دور ہی دور رہنا ورنہ تمھاری جان کی خیر نہیں ہے"۔

اب دوسرا جن بہت اکڑتا اور بپھرتا ہوا نائی کے یہاں پہنچا، نائی اس وقت اپنے پائیں باغ میں ٹہل رہا تھا، اس نے اپنے گھر کی دیوار پر جن کا سایہ دیکھا تو چونک پڑا، وہ سوچنے لگا یہ میرا والا جن تو ہو نہیں سکتا، وہ ہوتا تو سیدھا میرے پاس آتا، اس طرح اِدھر اُدھر کیوں جھانکتا، نائی کو گھبراہٹ ضرور ہوئی مگر وہ بہت جلد سنبھل گیا، اندر سے اپنا آئینہ اٹھا لایا اور تیز آواز میں بولا" شاید کوئی اور جن آیا ہے، اسے پکڑ لو"۔ جن نے یہ آواز سن کر جو اس کی طرف دیکھا تو نائی کے آئینہ میں جس کا رُخ اس نے جن کی طرف کر رکھا تھا اُسے اپنا بھیانک چہرہ نظر آیا وہ اس قدر خوف زدہ ہوا کہ الٹے پاؤں وہاں سے بھاگا اور ہزاروں میل دور پہنچ کر دم لیا۔

اس "جن مار" نائی کی خبر تمام جنوں کی بستیوں میں پہنچ گئی اور اس کے بعد سے سوائے اُس جن کے جو اس کا خدمت گزار تھا اور کوئی جن نائی کے یہاں آکر نہیں پھٹکا۔

سید ابوالانشا

چڑیا گھر کی سیر

(محشر بدایونی)

چڑیا گھر کی سیر کو آئے طرم خاں اتوار کو
کھیل تماشے ایسے دیکھے بھول گئے گھربار کو

بھالو سر کو مار رہا تھا مٹی کے اک ڈھیر سے   آنکھ مچولی کھیل رہا تھا شیر کا بچہ شیر سے
طرم دُور کھڑے تھے پکڑے لوہے کی دیوار کو
چڑیا گھر کی سیر کو آئے طرم خاں اتوار کو
کھیل تماشے ایسے دیکھے بھول گئے گھربار کو

پنجرے سے باہر نکلی تھی پونچھ میاں لنگور کی   ایسی بلدار ایسی لمبی جیسے بیل انگور کی
پیچ نکل جائیں تو چلی جائے سیدھی قندھار کو
چڑیا گھر کی سیر کو آئے طرم خاں اتوار کو
کھیل تماشے ایسے دیکھے بھول گئے گھربار کو

حوض کے پاس کھڑا تھا سارس پنجے اپنے گاڑ کے   چیتا سب کو دیکھ رہا تھا جال سے آنکھیں پھاڑ کے
جیسے ظالم کھا جائے گا کچا ہی دو چار کو
چڑیا گھر کی سیر کو آئے طرم خاں اتوار کو
کھیل تماشے ایسے دیکھے بھول گئے گھربار کو

بھائی شتر مرغ اپنی جگہ پر یوں تھے فل اسٹاپ سے   جیسے کوئی پنکھ پکھیرو آ کے ملیں گے آپ سے
دیکھ رہے تھے مُڑ مُڑ کر ہر چلتی موٹر کار کو
چڑیا گھر کی سیر کو آئے طرم خاں اتوار کو
کھیل تماشے ایسے دیکھے بھول گئے گھربار کو

طوطے مینا پنجروں میں تھے بطخیں تھیں تالاب میں   اک ڈھلی پر مور نہ جانے بیٹھا تھا کس خواب میں
گردن ڈالے دُم لٹکائے بند کیے منقار کو
چڑیا گھر کی سیر کو آئے طرم خاں اتوار کو
کھیل تماشے ایسے دیکھے بھول گئے گھربار کو ۔

بانو اور جمی بظاہر آسمانوں پر پرواز کرتے کرتے تھک گئے تھے ان کا دل بار بار زمین پر اترنے اور گھر میں اپنے نرم بستر پر سونے کو چاہتا تھا مگر سورج دیوتا سے وعدہ کر چکے تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ان کی لگن، ان کی جستجو اور معلومات کا شوق ہر وقت امی ابا کی یاد اور تھکن پر غالب آتا رہا انھوں نے چند گھنٹے آرام کیا کیوں کہ صبح کو انھیں پھر روانہ ہونا تھا جمی اور بانو جس دنیا میں تھے وہاں صبح و شام کا کوئی حساب ہی نہ تھا بس کرنیں ان کو دن اور رات کا شمار بنا کر سمجھا دیا کرتی تھیں کہ اب دن ہے اور اب رات چناں چہ آنکھ کھلتے ہی وہ پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے کرنوں نے ان کو آسمان کی سیر کرانا شروع کردی۔

لے یہاں تو کچھ بھی نہیں میں یہی سوچتی تھی کہ آخر دن کو ہلکی نیلی اور رات کو گہری نیلی چھت آسمان کی جو دکھائی دیتی ہو' ضرور کوئی چیز ہوگی - بانو بولی۔

نہیں بھائی آسمان تو صرف حد نظر ہے دن کو سورج کی روشنی فضا کو تمھاری زمین پر بہت زیادہ منور کرتی ہے اس لیے آسمان کا رنگ ہلکا نیلا دکھائی دیتا ہے رات کو سورج کی کرنیں نہیں ہوتی ہیں اسلیے آسمان گہرا نیلا نظر آتا ہے - کرنوں نے ان کو بتایا۔

دیکھو جمی یہ ستاروں کے مشہور جھرمٹ نظر آ رہے ہیں دیکھا تم نے، کرنیں بولیں۔

ہاں ہاں یہ کھٹولا ہے جس کو خدا جانے کیا کہتے ہیں بہر حال ممانی جان ایک بار کہہ رہی تھیں کہ یہ ایک جنازہ ہے

POINTER

CASSIOPEIA

ALCOR

LITTLE DIPPER

BIG DIPPER
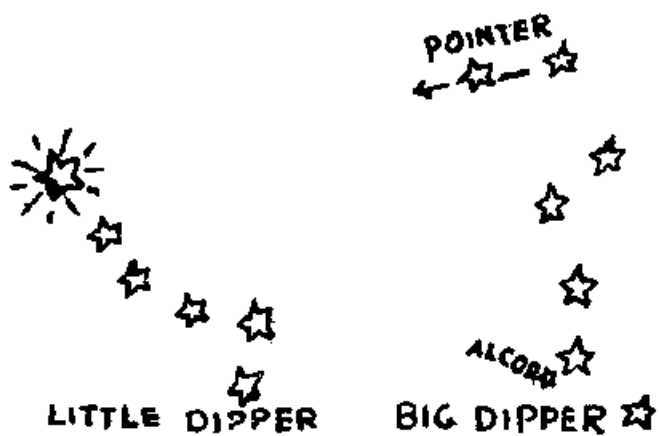
جو جا رہا ہے اور اس کے پیچھے تین لڑکیاں جو مرنے والے کی بیٹیاں ہیں ماتم کر رہی ہیں جمی بولا۔

ہاں ان کو فارسی اور عربی میں "بنات النعش" یا نعش کی بیٹیاں کہتے ہیں ان ہی کے ساتھ بائیں جانب ایک "W" ستاروں کا نظر آ رہا ہو یہ تین ستاروں کے مشہور جھرمٹ ہیں جن کے متعلق عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں۔ وہ تاروں کے جھرمٹ میں دیکھو ایک اور کھٹولا اور اسکے ساتھ تین تارے نظر آ رہے ہیں اس کو انگریزی میں LITTLE DIPPER اور بنات النعش کو BIG DIPPER کہتے ہیں W کے شکل کے جو ستارے نظر آ رہے ہیں ان کو (CASSIOPEIA) کہتے ہیں۔ تمھیں معلوم ہے کہ روم اور یونان کا تمدن سب سے زیادہ پرانا ہے روم کے باشندوں نے جب ان تاروں کے جھرمٹ کو دیکھا تو ان کو تشویش ہوئی چناں چہ انھوں نے ان ستاروں کے متعلق عجیب عجیب دلچسپ باتیں پیش کیں LITTLE DIPPER پر جو سب سے زیادہ چمک دار اور نمایاں ستارا ہے وہ قطب تارا ہے جو تمھاری زمین پر نہ طلوع ہوتا ہے نہ غروب ہوتا ہے اس سے زمین کی شمالی سمت کا پتہ چلتا ہے یہ ستارہ زمین پر ہر بیڑے ہر جہاز اور ہر مسافر کی رہنمائی کرتا ہے تاکہ اس کو معلوم ہو سکے کہ وہ کس سمت جا رہا ہے بڑے بنات النعش کے دو تارے قطب تارے کی سمت رہنمائی کرتے ہیں لھذا بنات النعش یا (BIG DIPPIR) اپنی جگہ بہت اہم ہیں۔

کون سے ستارے قطب تارے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ بانو بولی۔

یہ دو دیکھو ایک اور دو - ان کو POINTERS کہتے ہیں دیکھو یہ ایک اور دو، ہاں ہاں نظر آ گئے بانو آسمان پر ستاروں کو گھور گھور کر دیکھ رہی تھی اور جمی اپنی کاپی پر نقشہ بنا رہا تھا۔ اس نے ہاتھ سے پنسل رکھی اور بنات النعش کو غور سے دیکھ کر بولا۔

وہ بنات النعش کے دوسرے تارے کے نیچے جو ایک چھوٹا سا تارا ہے وہ کیا ہے بالکل مدّھم سا؟ ہاں ہاں نعش کی دوسری بیٹی کے پاس کرلوں نے کہا۔ شاباش جمی تم بہت ذہین اور سمجھدار ہو یہ ستارا یونانیوں اور رومیوں کے یہاں "ALCOR" کہلاتا ہے ALCOR کے معنیٰ ہیں "ذوق" کے چوں کہ یہ ستارا انھیں لوگوں کو نظر آتا ہے جن کی بینائی تیز ہو یا جو ستاروں سے خاص ذوق رکھتے ہوں اس لیے اس کو یہ نام دیا گیا۔ بنات النعش کے بالکل مقابلے میں W ہوتا ہے جس کو (CASSIOPEIA) کہتے ہیں۔

CASSIOPEIA
POLE STAR
(NORTH STAR)
GREAT BEAR
LITTLE BEAR
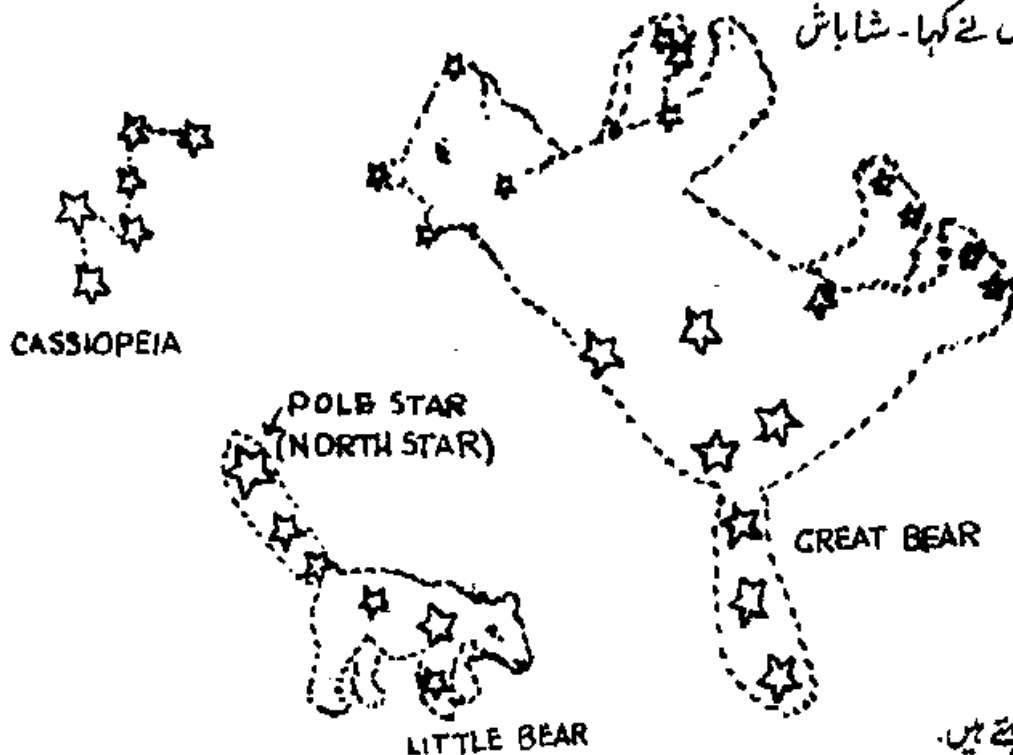
بنات النعش کے ساتھ ہیں اور بھی تو تارے نظر آ رہے ہیں یہ کیا ہیں؟ جمی نے کرنوں سے پوچھا یہ سب سیارے اور ستارے ہیں جو بنات النعش کی طرح مستقل ہیں مگر چوں کہ بنات النعش کے سات ستارے بہت زیادہ نمایاں ہیں لہٰذا ان کو کچھ لوگوں نے نظر انداز کر دیا ہے اور یونان کے باشندوں نے (BIG DIPPER) کے مختلف ستاروں کو ملا کر ایک بڑا ریچھ بنا دیا ہے اور چھوٹی بنات النعش کے ستاروں کو یعنی (LITTLE DIPPER) کو ملا کر ریچھ کا چھوٹا سا بچّہ بنا دیا ہے۔

ریچھ اور اس کا بچّہ! لیکن مجھے تو نہ ریچھ نظر آ رہا ہے نہ اس کا بچّہ بانو نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا کہاں ہے ریچھ آسمان پر تو نظر نہیں آ رہا ہے۔

آسمان پر کیا ملے گا بانو بات سمجھنے کی کوشش کرو لاؤ جمی تمھاری کاپی پر میں نقشہ بنا دوں یہ مختلف ستارے ہیں نا ان کو کاغذ پر رومیوں نے ملا کر دو ریچھوں کی تصویریں بنائی ہیں اس طرح سے ۔ کرنوں نے مختلف ستاروں کو آپس میں لکیر سے ملا کر کہا۔

سمجھی! سمجھی! ۔ بانو خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی جمی خوش تھا وہ دونوں ریچھوں کی تصویروں کو بغور دیکھ رہا تھا چھوٹے ریچھ کی دم پر قطب تارا تھا، اور بڑے ریچھ کی دم بڑے بنات النعش کے تین ستاروں کی لائن سے بنی تھی۔ بڑا ریچھ بناتے وقت انھوں نے بنات النعش کے سات ستاروں کے علاوہ اور بھی ستارے شامل کر لیے تھے جمی کی نوٹ بک پر یہ سب تصویریں اسی طرح محفوظ تھیں۔

اچھا تو یہ دو ریچھ یعنی ریچھ اور اس کا بچّہ یونانیوں نے بنا دیا جمی نے حیرت سے تصویروں کو دیکھ کر کہا۔

اور یہی نہیں بلکہ ایک کا نام URSA MAJOR اور دوسرے کا نام URSA MINOR بھی رکھ دیا جس کا صحیح ترجمہ ریچھ اور اس کا بچّہ ہو سکتا ہے۔

خدا سمجھے ان لوگوں کو اچھے بھلے ستاروں کا ریچھ بنا دیا جمی نے کاپی کو غور سے دیکھ کر کہا جمی تم کو یہ معلوم کر کے حیرانی ہوگی کہ ان دونوں ریچھوں کے آسمان پر چلے جانے کے متعلق رومیوں نے قصے بھی خوب گڑھے ہیں۔

قصے بھی ہیں! تو کیا یہ ریچھ زمین پر تھے اور ان کے خیال میں بعد کو آسمان پر بلا لیے گئے۔ جمی نے کہا ہاں ایسی ہی کچھ کہانیاں ہیں خیر چھوڑو آؤ تم کو کہکشاں لے چلوں جمی کے دل میں بڑے ریچھ اور چھوٹے ریچھ کے متعلق کہانی یا قصہ سننے کا اشتیاق بڑھ رہا تھا لیکن خاموش رہا لیکن بانو مچل گئی۔ اور ریچھ کی کہانی سننے کے لیے ضد کرنے لگی۔

کرنوں نے بھی سوچا کہ کہیں یہ ننھے منے دوست بد دل نہ ہو جائیں ان کا دل بھی بہلتا رہے اور آسمان کی سیر بھی ہوتی رہے اس لیے بولیں:

اچھا تو میں سناتی ہوں تم کو، یونانیوں کا کہنا ہے کہ بہت زمانہ پہلے جب شاید دیوی دیوتاؤں کی حکومت تمھاری زمین پر تھی ایک نہایت خوب صورت عورت CALLISTO "کالسٹو" دنیا میں رہا کرتی تھی وہ اس قدر خوبصورت تھی کہ اس کے حسن پر دیوی دیوتاؤں کو رشک آیا کرتا تھا اس کے بال لانبے اور سنہری تھے اس کا بدن کندن کی طرح دمکتا رہتا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ "کالسٹو" سیر و سیاحت اور شکار کی بھی شوقین تھی۔ وہ پہروں جنگل میں شکار کھیلا کرتی تھی اس عورت کے صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام "ارکاس" (URCAS) تھا کالسٹو ارکاس کو ایک خادمہ کے سپرد کر کے شکار کھیلنے چلی جاتی واپس

اگر وہ اپنے بیٹے سے مل کر بہت خوش ہوتی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ کالسٹو شکار کھیلنے گئی، ارکاس اپنی خادمہ کے ساتھ گھر پر تھا۔ کالسٹو شکار کھیلتے کھیلتے دور نکل گئی جب وہ ایک جنگل میں پہنچی تو اس کی ملاقات ایک دیوی سے ہوئی جس کا نام "جرلو" تھا۔ کالسٹو نے جرلو کو نہایت خوش اخلاقی سے سلام کیا لیکن جرلو نے کوئی جواب نہ دیا کیوں کہ جرلو دیوی ہونے کے باوجود کالسٹو کی طرح حسین اور خوش خلق نہیں تھی وہ یہ چاہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے کالسٹو کا حسن چھن جائے اس لیے اس نے کالسٹو کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

کالسٹو جنگل میں حیران کھڑی تھی۔ جرلو کی تیوری پر بل پڑے ہوئے تھے اس نے غصے سے کالسٹو کو دیکھا تو حسد کے مارے اس کو ریچھ بنا دیا اور خود پیر پٹکتی ہوئی آسمان پر چلی گئی کالسٹو نے جب اپنے پیروں کو دیکھا تو وہ ریچھ کے پیروں میں تبدیل ہو گئے تھے رفتہ رفتہ وہ خود ریچھ بن گئی اور جنگل میں اِدھر اُدھر ماری ماری گھومنے لگی اس کا رنگ بھورا تھا اور جسم کے بال بھی دوسرے ریچھوں سے مختلف تھے۔

خدا جانے کالسٹو کب تک ریچھ کے روپ میں جنگلوں میں بھٹکتی رہی یہاں تک کہ اس کا بیٹا "ارکاس" جس کو وہ خادمہ کے پاس چھوڑ آئی تھی جوان ہو گیا وہ بھی اپنی ماں کی طرح سیر و شکار کا دلدادہ تھا۔ ایک دن شکار کھیلتے کھیلتے اسی جنگل میں آنکلا جہاں اس کی ماں ریچھ کے روپ میں گھوم رہی تھی ارکاس نے اپنی ماں کو بالکل نہ پہچانا اور اس عجیب و غریب ریچھ کے مارنے کی فکر کرنے لگا اس نے اپنا تیز اور نوک دار نیزہ سنبھالا اور ریچھ کا تعاقب کیا جب آسمانی دیوی اور دیوتاؤں نے دیکھا کہ ایک لڑکا نادانستہ طور پر اپنی ماں کی جان کے پیچھے پڑا ہے تو ان کو بہت برا معلوم ہوا لیکن وہ کچھ نہ کرسکتے تھے کیونکہ دیوی دیوتاؤں میں یہ قاعدہ تھا کہ اگر کوئی دیوی کسی کو سزا کے طور پر پتھر یا جانور بنا دیتی تو دوسرا دیوتا اس کو اصلی روپ میں نہیں لا سکتا تھا کیوں کہ ایسا کرنے سے دونوں دیویوں میں لڑائی ہو جاتی تھی۔ چناں چہ اس وقت بھی یہی مشکل آن پڑی تھی یہ "جرلو" کے بنائے ہوئے ریچھ کو انسانی روپ دے کر دوسرے دیوتا "جرلو" سے لڑائی مول نہیں لینا چاہتے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ ماں اپنے بیٹے کے نیزے کا شکار ہو۔ چند لمحے اسی کش مکش میں گزرے ہوں گے کہ ایک دیوتا کو ایک ترکیب اور سوجھی اس نے "ارکاس" کو بھی ریچھ کا بچہ بنا دیا اس طرح کالسٹو کی تو جان بچ گئی لیکن یہ جھگڑا ختم نہیں ہو سکتا تھا کہ زمین پر یہ دونوں ریچھ پھر لڑ پڑیں اس لیے دیوتاؤں نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا اور ستاروں میں بند کر دیا۔ اب یہ دونوں ایک دوسرے کے گرد پھرتے ہیں لیکن ایک دوسرے پر حملہ نہیں کر سکتے ہیں۔

کہانی تو بڑے مزے کی تھی جمی بولا۔ کیا ایسی ہی کوئی کہانی "کیوسوپیا" ۷ کے متعلق بھی ہے کہانی تو خیر کوئی نہ کوئی ہوگی جس کا مجھے علم نہیں لیکن اتنا ضرور بتا سکتی ہوں کہ قدیم یونانی "کیوسوپیا" کو ایک عورت سمجھتے تھے جو کرسی پر بیٹھی ہے۔ کرنوں نے کہا۔

عورت کرسی پر بیٹھی ہے جمی نے حیرت سے کہا۔

ہاں ویسی ہی ستاروں کی کرنوں کو اِدھر اُدھر سے ملا کر انھوں نے ایک فرضی عورت کی تصویر بنالی اور اس کا نام "کیوسوپیا" رکھ دیا۔

تو یہ کرسی پر بیٹھی ہوئی عورت بھی ایسی ہی ہوگی جیسے کہ ستاروں سے بنایا ہوا ریچھ! جمی نے کہا بالکل ایسی ہی ہے۔ ان کہانیوں اور ان کے ناموں سے اور کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو اتنی بات ضرور ہوئی کہ لوگ آج تک ان ستاروں کو انھیں ناموں سے یاد رکھنے لگے ہیں۔ تمھاری دنیا کے حساب سے ہزاروں برس گزر گئے مگر ان ناموں کی اہمیت میں اب تک کوئی فرق نہیں آیا۔

اے بالو! کہانی سنتے سنتے سوگئی۔ جمی نے کہا۔

سو جانے دو! بچّے کہانیوں کے شوقین ہوتے ہیں میرا خیال ہے کہ جمی تم بھی سو جاؤ آرام کرنے کے بعد ہم تمھیں ستاروں کے دوسرے جھرمٹ دکھائیں گے۔

اچھا میں بھی اب آرام کرتا ہوں آپ میری کاپی میں مہربانی کر کے کیوسوپیا کی تصویر بنا دیں۔ کرنیں مسکرانے لگیں اور جمی نے پلکیں جھپکا دیں۔

CASSIOPEIA

آگ کا پانی

مسلم ضیائی

آج شاداں اور شادماں بہت خوش ہیں۔ دونوں امتحان میں بہت اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئی ہیں کامیابی اور اس پر مبارکبادیں اور تحفے کسے خوش نہیں کرتے۔ رازی نے دونوں بہنوں کو فونٹن پن دیے ہیں۔ اور ہم دونوں نے گھڑیاں۔ آج ہمارے گھر میں عید ہے۔ شاداں اور شادماں کی سہیلیاں آئی ہوئی ہیں۔ ان میں رازی کی منگیتر بھی ہے۔ مسکراہٹوں کی روشنی اور قہقہوں کی موسیقی گھر بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔

رازی کے گھر میں قدم رکھتے ہی ہر طرف سے دعوت کا تقاضہ شروع ہوگیا۔ انھوں نے جلدی سے چاکلیٹ کے دو تین ڈبے سب کے سامنے رکھ دیے اور کہا "لو بھائی چاکلیٹ ہماری طرف سے —— رہی دعوت، تو بھئی آج تم سب ہمارے ہی پاس کھانا کھاؤ یعنی یوں سمجھ لو کہ ابا اور امی آج میری طرف سے تمھارے میزبان ہیں۔

ثیا ما نے کہا "جی۔ اس خیال میں نہ رہیے۔ ان سے تو دعوت لے ہی رہے ہیں۔ آپ کی سفارش کی ضرورت نہیں۔ آپ کو ایک الگ دعوت دینی ہوگی" رازی نے کہا "بھئی۔ میں غریب آدمی ہوں۔ دو مفلس بہنوں کا بھائی۔ میں کہاں سے دعوت دوں"

شاداں چمک کر بولی "واہ بھائی جان! ہم کیوں مفلس ہونے لگیں۔ ہمارے اتنے پیارے ابا اور اتنی پیاری امی ہیں۔ آپ ایسے پیارے بھائی، ایسی پیاری سہیلیاں اور پھر شکیلہ ایسی بھابی۔

رازی اور شکیلہ یہ سن کر شرمائے تو شادماں نے کہا "بھیا! جلدی ہاں کہیے نہیں تو ڈبل دعوت لی جائے گی ایک آپ کی طرف سے دوسری بھابی جان کی طرف سے۔ آپ کو جو وظیفہ ملنے والا ہے وہ میری سہیلیوں کی دعوت پر خرچ ہوگا" رازی نے کہا "اچھا۔ بھئی منظور"

سب نے نعرہ لگایا "رازی بھائی زندہ باد" اتنے میں سرتیا نے کہا "یہ آپ کے کوٹ کی آستین اتنی میلی کیوں ہے اور یہ چکنائی کے دھبے کیسے لگے؟

رازی نے کہا "معلوم نہیں۔ گاؤں سے بس میں آیا ہوں۔ سڑک صاف نہیں۔ گرد جم گئی ہے۔ شاید کسی کے پاس کوئی چکنی چیز تھی جو آستین میں لگ گئی۔ شاداں نے بھائی کا کوٹ اتارا اور دوڑتی ہوئی کمرے میں گئی اور وہاں سے ایک شیشی لے آئی جس میں پانی بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا کیوں کہ وہ بالکل صاف اور بے رنگ تھا۔

کاگ کھولنے پر ایک عجیب طرح کی بو نکلی جس سے معلوم ہوا کہ شیشہ میں پٹرول بھرا ہوا ہے۔
شاداں نے جلدی جلدی آستین کو پٹرول سے صاف کیا لیکن شیشی سے نکل کر جوں ہی پٹرول کپڑے پر گرتا نظروں سے غائب ہوجاتا۔

اتنے میں آمنہ نے پوچھا" بھیّا! یہ پٹرول کیا چیز ہے اور کہاں سے آتا ہے؟"

رازی نے کہا" پٹرول بھی پانی کی طرح زمین کے اندر سے نکلتا ہے۔ روس، امریکہ، ایران، برما، عراق اور عرب میں اس کے بڑے بڑے ذخیرے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی کئی مقامات پر کنویں کھودے گئے اور پٹرول ملا ہے مگر ابھی نکالا نہیں جاتا۔ اس کے بھی پانی کی طرح چشمے ہیں۔ پٹرولیم گرم کرنے سے بھاپ بن جاتا ہے اور ٹھنڈا کرنے سے جم جاتا ہے۔ سیّال یا بہنے والی شکل میں ہو تو پٹرول کہلاتا ہے۔ اس کے قریب آگ یا دیا سلائی لاتے ہی بھڑک اٹھتا ہے اس لیے جہاں کہیں پٹرول رکھا ہوتا ہے وہاں دیا سلائی جلانے یا سگریٹ سلگانے کی منادی ہوتی ہے۔

پٹرول بن جانے کے بعد جو تیل باقی رہ جاتا ہے اسے پھر گرم کرتے ہیں۔ اس طرح جو بھاپ بنتی ہے اسے جمع کر کے ٹھنڈا کر لیا جاتا ہے۔ اس مرتبہ جو تیل بنتا ہے اسے پیرافن (PARAFFIN) کہتے ہیں۔ اب جو چیز باقی رہ جاتی ہے اس سے موم بتیاں اور چکناہٹ پیدا کرنے والے تیل بنائے جاتے ہیں۔

"میں نے سنا ہے کہ مصنوعی پٹرول بھی بنایا گیا ہے۔" شاداں نے کہا

"ہاں" رازی نے کہا۔ "مگر وہ نہ تو اتنا اچھا ہے اور نہ اتنا سستا جتنا زمین کے اندر سے نکلا ہوا قدرتی پٹرول" دنیا کے اکثر تیل کے چشمے امریکہ اور برطانیہ کی بڑی بڑی کمپنیوں کی ملکیت ہیں۔ ان کمپنیوں کے پاس کروڑوں روپیہ ہے اور یہ کمپنیاں ہر سال پٹرول اور اس سے بنائی جانے والی چیزیں بیچ کر کروڑوں بلکہ اربوں روپیہ حاصل کرتی ہیں۔ لیکن اب جن جن ملکوں میں پٹرول ہے ان کی حکومتیں اس بات کی کوشش کر رہی ہیں کہ بدیسی کمپنیوں کے بجائے اپنے پٹرول سے خود فائدہ اٹھائیں۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے" شاداں نے کہا۔

"واقعی بہت اچھی بات ہے" سریتا نے کہا۔ "جب ہوا، دھوپ اور چاندنی ہم سب کے ہیں تو ملک کی دولت بھی ہم سب کی ہونی چاہیے۔

سب نے سریتا کی تائید کی۔ تب رازی نے کہا، اچھا سریتا آج تم ہمیں سہگل کا وہ گیت سنا دو"

"کون سا" سریتا نے پوچھا۔

"وہی۔ اِک بنگلہ بنے نیارا" رازی نے کہا۔

اور سب نے تائید کی۔

"اِک بنگلہ بنے نیارا"

ٹڈّے شاہ کا سوگ

مُنّن نے، اِک ٹڈّا پکڑا چُنّی چیخی "اوئی میرے اللہ"!

ٹانگ میں اسکی دھاگا باندھا "یہ تو ٹِڈّوں، کا ہے دادا"!

ٹِڈّا تھا، وہ کتنا لمبا امّی بولیں "دیکھ تو کلوا"!

ڈر لگتا تھا، دیکھ کے بابا "لمبا کتنا، ہے مُسٹنڈا"!

کھینچے کھینچے مُنّن دھاگا مُنّن نے، جو اس کو دیکھا

ٹِڈّے شا کو گھر میں لایا دیکھتے ہی وہ، تھر تھر کانپا

پہلے تو، آنگن میں کدایا شور ہوا، اتنے میں، برپا

پھر دالان میں، لے کر آیا دیکھو! دیکھو! آہا! آہا!

ڈھیل جو دھاگے کو وہ دیتا چُنّی کے، سر پہ، آ بیٹھا

ٹِڈّا سب کے سروں پہ اچھلتا اُلجھے بالوں سے، جا چمٹا

جس نے بھی، دیکھا وہ ٹِڈّا چُنّی چیخی، چُنّن جاگا

ماریں چیخیں، چلّا اُٹھا مُنّن بھاگا، چھوڑ کے دھاگا

شور سنا تو، ابّا اٹھے — شاید یہ، سن کر ہی جھٹ سے
جو کمرے میں سوئے پڑے تھے — آیا ٹڈا، نیچے فٹ سے

وہ سیدھے، دالان میں آئے — اب جلدی سے، ابّا لپکے
کون بھلا اب، کان ہلائے؟ — ڈنڈا چھوٹا، ہاتھ میں لیکے

دیکھا جو، ابّا نے آ کے — مُنّن فوراً، دوڑے آئے
چُنّی بیٹھی تھی، دَم سادے — ڈھونڈا دھاگا، جیسے تیسے

ٹڈے شا، پنجوں کو گڑوئے — پھر حضرت، دھاگے کو کھینچے
چنّی کے، سر پر، تھے بیٹھے — باہر ہی کی، جانب بھاگے

پہلے تو، ابّا کچھ ٹھٹکے — ٹڈے صاحب گھسٹے گھسٹے
ڈر کر، کچھ، پیچھے کو کھسکے — چُول میں، دروازے کی اٹکے

پھر وہ ہمّت کر کے، بولے — چنّی نے جھٹ، آگے بڑھ کے
"کون بہادر ہے، جو پکڑے؟" — بند کیا، دروازہ کس کے

دروازے کی چُول میں آ کر
رہ گئے ٹڈے شا، چِرّا کر
اُن کے اچانک مر جانے پر
سوگ مناؤ، تم بھی قیصر
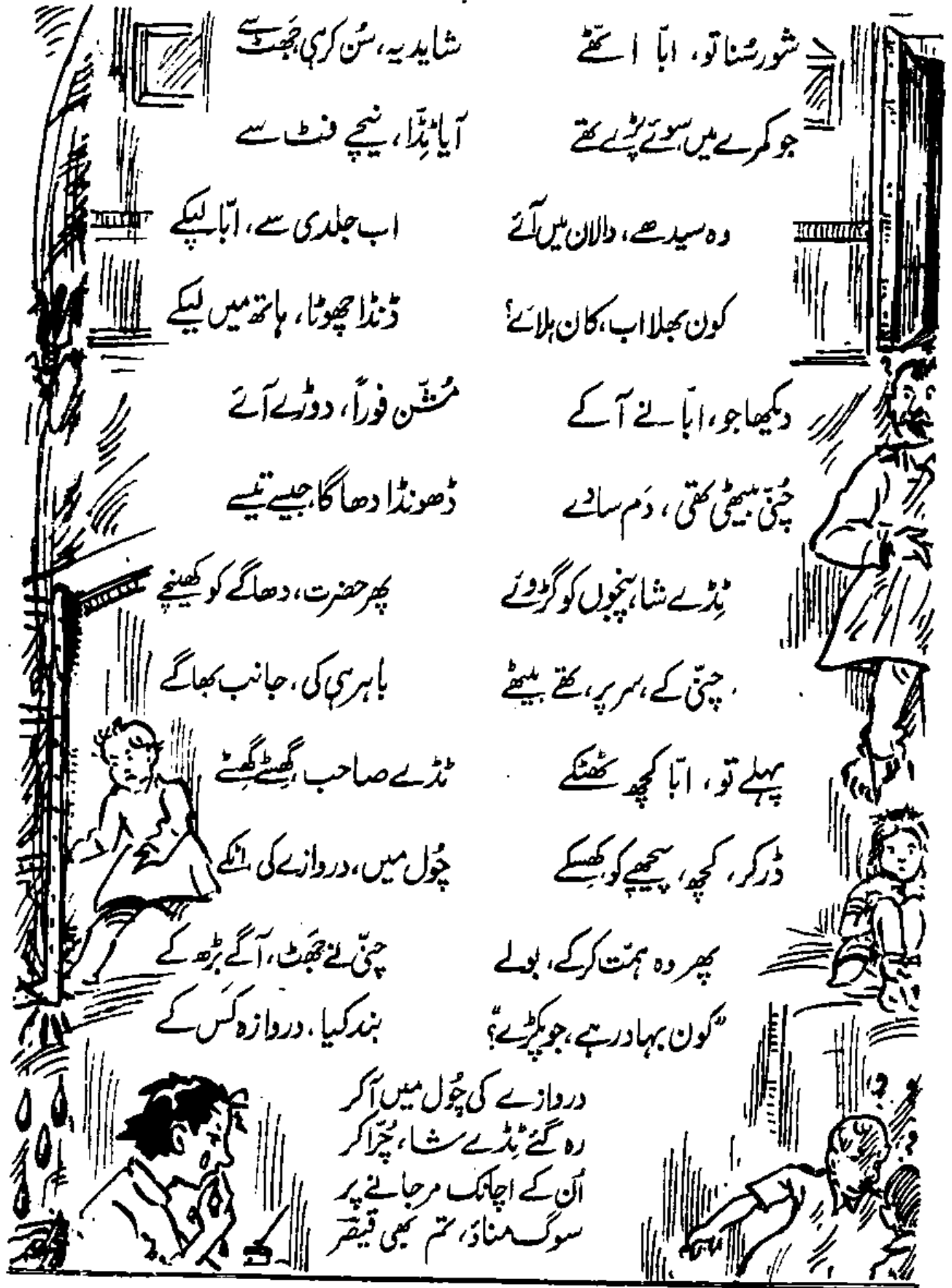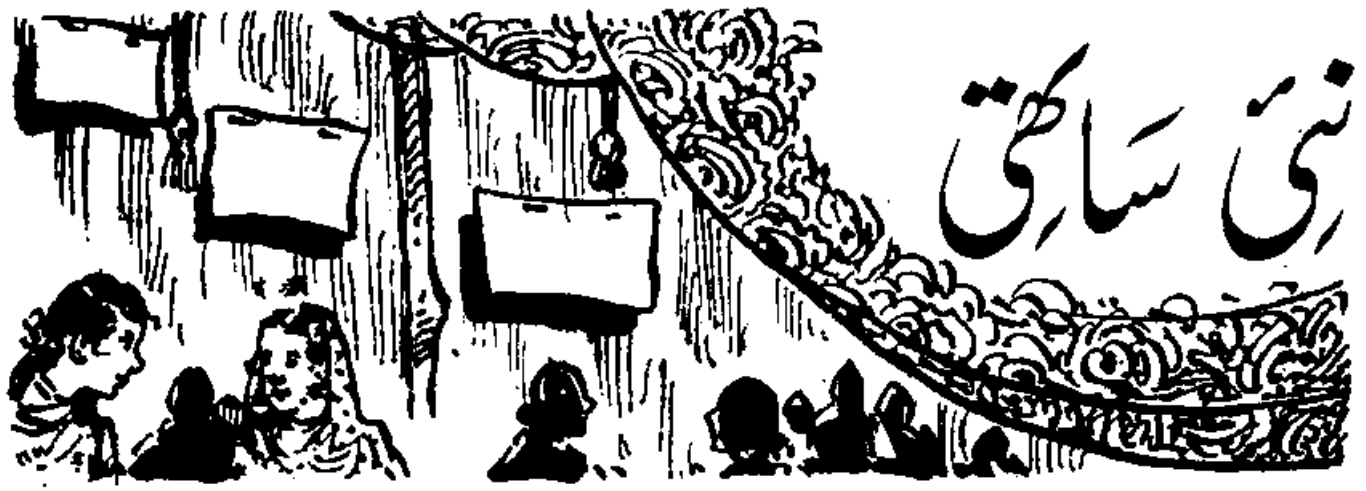
رابعہ گرلز ہائی اسکول کے سالانہ جلسے کی تیاریاں ہو رہی تھیں، اس وقت اسکول کے ہال میں ایک جلسہ ہو رہا تھا جس میں کارکن لڑکیاں منتخب کی جانے والی تھیں، اسکول کی پرنسپل نورا نازلی جلسے کی صدر تھیں، مسز شمسہ شاہد ایک تجربہ کار اور کارکردہ استانی مختلف خدمات کے لیے منتخب شدہ لڑکیوں کے ناموں کی فہرست ترتیب دے رہی تھیں۔

سلمہ بھی اور لڑکیوں کی طرح اپنے نام کا اعلان سننے کے انتظار میں کان لگائے بیٹھی تھی اسے یقین تھا کہ اس سال بھی اسے راشدہ ہی کے ساتھ مل کر اسکول کے سالانہ میلے میں دکان لگانے کی ہدایت کی جائے گی۔

اتنے ہی میں اسکول کی پرنسپل نورا نازلی کھڑی ہوئیں۔ انھوں نے لڑکیوں کو مخاطب کرکے کہا "اچھا اب خاموشی سے سنو، اس سال ہم اپنے اسکول کا میلہ زیادہ شاندار طریقے سے لگانا چاہتے ہیں اور جیسا کہ تمھیں معلوم ہی ہے اس سال ہم میلے کی اُن دو دکانیں لگانے والیوں کو انعام بھی دیں گے جو سب سے زیادہ روپیہ پیدا کر سکیں، ہمیشہ کی طرح اس سال بھی دو دو لڑکیاں ہر دکان پر کام کریں گی، اچھا اب میں ان لڑکیوں کے نام پڑھ کر سناتی ہوں جو ان دکانوں پر کام کرنے کے لیے منتخب کی گئی ہیں۔

پرنسپل نورا نازلی نے پہلے اپنا گلا صاف کیا، راشدہ سلمہ کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور آنکھ ماری اس آنکھ مارنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم تم اس دفعہ بھی ضرور ساتھ رہیں گے، کون نہیں جانتا کہ سلمہ اور راشدہ نے پچھلے سال بڑی کامیابی حاصل کی تھی، اتنا روپیہ اسکول کے لیے سارے میلے میں اور کوئی فراہم نہیں کر سکا تھا جتنا ان دونوں نے کر لیا تھا۔

پرنسپل نے اب مسز شمسہ شاہد کو آواز دی اور ان سے کہا کہ آپ لڑکیوں کی فہرست لاکر نام سنا دیجیے۔

مسز شمسہ شاہد نے نام سنانے شروع کیے، سلمہ بڑے غور سے بیٹھی ہوئی سن رہی تھی اور

منتظر تھی کہ اب میرا اور راشدہ کا نام بھی آنے والا ہے۔
ناموں کی فہرست سناتے سناتے آخر مسز شمسہ شاہد بولیں" سلمہ اور قدسیہ ایک ساتھ کام کریں گی۔
"قدسیہ"! سلمہ دھک سے ہوگئی، اس کی نظر کئی قطاروں سے گزرتی ہوئی اپنے پیچھے والی قطار کے کنارے والی کرسی پر جاکر ایک سانولے چہرے پر ٹھہری جس کی بڑی بڑی آنکھوں نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا۔
مسز شمسہ شاہد نے اپنے اعلانات جاری رکھے" راشدہ اور ثریا دونوں ایک ساتھ کام کریں گی"۔سلمہ کی نظر اب راشدہ کی طرف دوڑی جس نے اس کا جواب صابرانہ خوشنودی کے انداز میں کندھوں کی جنبش سے دیا۔
سلمہ کے دل میں تیر سا لگا، راشدہ کو اتنی میری پروا نہیں ہے جتنی مجھے اس کی پروا ہے اسے اس دفعہ میرا ساتھ چھوٹنے کا بالکل غم نہیں معلوم ہوتا، اور ٹھیک بات بھی ہے غم اسے کیوں ہوتا، اب کے وہ ثریا کے ساتھ ہے۔ثریا اسکول کی سب سے اچھی لڑکیوں میں ہے، اسے کوئی قدسیہ سے پالا تھوڑا ہی پڑے گا جو خدا جانے کہاں سے حال ہی میں آئی ہے اور صاف اردو بھی نہیں بول سکتی اور آوت ہے جاوت ہے بولتی ہے۔
مسز شمسہ شاہد نے یہ کیا ستم کیا ہے میں اس دیہاتن کے ساتھ ہرگز کام نہیں کروں گی۔ میں مسز شاہد سے کہوں گی کہ میرے ساتھ راشدہ ہی کو رکھیں ورنہ میں دکان پر کام نہیں کرسکوں گی"۔ سلمہ انھیں خیالات میں غرق تھی کہ اس کے کانوں میں مسز شمسہ شاہد کی آواز آئی۔
ناموں کی فہرست ختم ہوئی، دکانوں کو لگانے اور سجانے کے لیے آپ کے پاس ایک ہفتہ ہے، خدا آپ کو کامیاب کرے، جلسہ برخاست کیا جاتا ہے۔
ہال سے باہر آتی ہوئی لڑکیوں کے قہقہوں اور بات چیت کی آواز بلند ہوئی، مگر سلمہ چپ چاپ علیحدہ علیحدہ جارہی تھی نہ وہ کچھ دیکھ رہی تھی اور نہ سن رہی تھی، صرف ایک بات اس کے ذہن میں تھی، کہیں قدسیہ نہ آ پہنچے، پیچھے آتی ہوئی لڑکیوں میں اس نے راشدہ اور ثریا کی آواز پہچانی اس نے اپنے آنسو ضبط کرنے کی انتہائی کوشش کی مگر یہ کوشش فضول تھی، اسے کوئی دیکھ تھوڑا ہی رہا تھا، لڑکیاں باتوں میں اس قدر غرق تھیں کہ کسی کو کسی کی خبر نہ تھی۔
" دکان کو کامیاب بنانے کے لیے میں تمھیں کئی بہت اچھی باتیں بتاؤں گی" سلمہ کے کان میں راشدہ کے یہ الفاظ پڑے جو وہ ثریا سے کہہ رہی تھی، بالکل یہی بات راشدہ نے پچھلے سال سلمہ سے کہی تھی، سلمہ نے دیکھا کہ وہ ثریا کی بانہہ میں ہاتھ ڈالے ہوئے راستہ طے کررہی ہے بالکل اسی طرح جیسے پچھلے سال وہ اس کی بانہہ میں ہاتھ ڈالے ہوئے چل رہی تھی، مایوسی

اور ناکامی کا ایک گہرا گھاؤ اس نے اپنے دل میں محسوس کیا۔

اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھتی ہوئی جب وہ اسکول کے دفتر کے دروازے پر پہنچی تو کسی نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جھجکتے ہوئے انداز میں کہا "تمھیں بڑی مایوسی ہوئی اب کے۔"

یہ قدسیہ کی آواز تھی۔ سلمہ تڑپ کر ایک طرف ہوگئی، قدسیہ بولی "تم میرے ساتھ میلے میں کام کرنا نہیں چاہتی ہو تو آؤ ہم دونوں چل کے مسز شمسہ شاہد سے کہیں، میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے تم پریشان ہو۔"

سلمہ کو کچھ جھینپ سی ہوئی، معلوم ہوتا ہے یہ سانولی سانولی لڑکی خیالات پڑھ لینے کی قوت رکھتی ہے۔

ٹھیک اسی وقت مسز شمسہ شاہد دفتر سے باہر آئیں اور ان دونوں لڑکیوں کو دیکھ کر مسکرائیں اور کہنے لگیں "اچھا تم دونوں ابھی سے ایک دوسرے کا ساتھ دے رہی ہو، یہ بڑی اچھی بات ہے، قدسیہ یہ تمھاری خوش قسمتی ہے کہ تمھیں سلمہ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا، سلمہ اور راشدہ ہمارے اسکول میں دو بڑی سوچنے سمجھنے والی لڑکیاں ہیں ان کو خدا نے تخلیقی قوتیں عطا کی ہیں، پچھلے سال انھوں نے بڑی حیرت انگیز کامیابی حاصل کی تھی، اسی لیے اس دفعہ میں نے دونوں کو الگ الگ کر دیا تاکہ ایک کے بجائے ہماری دو دکانیں کامیاب ہوں، اچھا جاؤ اپنی محنت سے دکان کو کامیاب بناؤ۔" یہ کہتی ہوئی وہ ایک طرف کو چلی گئیں۔

ایسا معلوم ہونے لگا جیسے سلمہ کو کسی نے سہارا دے کر اٹھا لیا ہو۔ اب اسے اپنی کھوئی ہوئی آواز مل گئی وہ کہنے لگی، "قدسیہ میں تمھارے ساتھ مل کر ضرور کام کروں گی، تم آج شام کو ہمارے یہاں آنا، میں اس وقت تک دکان کو کامیاب بنانے کے لیے کچھ باتیں سوچ لوں گی۔" اور اس سے پہلے کہ قدسیہ کچھ جواب دے وہ جلدی جلدی اسکول سے نکل کر اپنے گھر کی طرف چل دی۔

مسز شمسہ شاہد نے اسے سوچنے سمجھنے والی لڑکی کہا تھا اور یہ کہا تھا کہ خدا نے اسے تخلیقی قوت عطا کی ہے، اس کا سر فخر سے اونچا ہو گیا، راشدہ کے ساتھ مل کر کام نہ کر سکنے کا رنج اب بہت کم تھا، میلے کی کامیابی کا انحصار کچھ نہ کچھ اس پر بھی تھا، اب اسے اپنے پیروں پر کھڑے ہوکر کامیابی حاصل کرنی ہے۔

سلمہ نے بہتیرا سوچا مگر دکان کے متعلق کوئی نئی بات اس کے ذہن میں نہ آئی، کیک کی دکان، پرانی کتابوں کی دکان، پرانے رسالوں کی دکان، پھولوں کی دکان، یہ سب کی سب دکانیں بیسیوں بار لگائی جاچکی ہوں گی۔

شام کو جب قدسیہ آئی تو اس وقت بھی اس کا دماغ اسی قسم کی دقیانوسی چیزوں کی

کی بھول بھلیاں میں چکر لگا رہا تھا۔ دکان کا ذکر ہوا تو سلمہ نے اپنی چند فرسودہ اور پامال تجویزیں سنائیں، قدسیہ بہت ادب سے کہتی رہی" بہت ٹھیک ہے" بہت اچھا خیال ہے۔

سلمہ نے کہا" مگر یہ تجویزیں ٹھیک نہیں ہیں"۔ سلمہ کا جی چاہتا تھا کہ وہ قدسیہ سے کہہ دے کہ تم اپنے گھر جاؤ، وہ سوچنے لگی کتنا فرق ہے راشدہ میں اور اس مٹی کے مادھو میں، اس کی چمکتی ہوئی آنکھوں میں کتنا جوش تھا۔ جلدی جلدی ایک میل فی منٹ کی رفتار سے لگاتار بولتے ہوئے تجویزوں پر تجویزیں پیش کرنے میں کتنی سرگرمی ظاہر ہوتی تھی، آخر سلمہ نے اپنے اوپر قابو حاصل کرکے قدسیہ سے کہا،" تم نے بھی کوئی تجویز سوچی"۔ قدسیہ بولی" میں نے ــ میں تو سمجھتی تھی تم خود ہی کوئی تجویز سوچ لو گی، مگر ہاں میں نے بھی کچھ سوچا ہے، اگر تم میرے گھر چلو تو میں تمھیں بتاؤں گی۔

دونوں قدسیہ کے گھر پہنچیں تو قدسیہ کی ماں اور اس کے باپ اس کا انتظار کر رہے تھے، انھوں نے سلمہ کی بہت خاطر کی اور کہا کہ ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ قدسیہ کو ایک بڑی اچھی سہیلی مل گئی۔

پھر قدسیہ نے اپنی ماں سے پوچھ کر ایک بکس سے چند ریشمی پردے نکال کر سلمہ کو دکھائے اور کہا کہ اگر تم پسند کرو تو ان پردوں سے ہم اپنی دکان سجائیں گے، سلمہ کو پردے بہت پسند آئے، وہ شاہی زمانے کے پردے تھے مگر اس نے کہا" پردے تو بہت اچھے ہیں پر یہ تو بتاؤ دُکان کاہے کی ہوگی، خالی پردے ہی لگاکر تو بیٹھنا نہیں ہے۔

قدسیہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر آہستہ سے بولی،" دیکھو اماں کو نئی نئی قسم کی بڑی عمدہ مٹھائیاں بنانی آتی ہیں، ابھی میں ان سے جاکر اپنی اور تمھاری طرف سے کہتی ہوں، پہلے تو وہ انکار کریں گی، کہیں گی مجھے کیا خاک مٹھائی بنانی آتی ہے مگر پھر راضی ہو جائیں گی، ایسی مٹھائیاں یہاں کسی نے کبھی نہ دیکھی ہوں گی"۔

سلمہ خوشی سے اچھل پڑی، آخر بہت کچھ سننے کے بعد قدسیہ نے اپنی ماں کو مٹھائیاں بنانے کے لیے راضی کرلیا، یہ مٹھائیاں مختلف پھلوں کو بیسن میں لپیٹ کر بنائی جاتی تھیں، شکر ملے ہوئے بیسن میں کسی پھل کا ایک ٹکڑا لپیٹ کر اسے گھی میں تل لیا جاتا ہے۔ میلے میں سلمہ اور قدسیہ کی دکان سب سے زیادہ پر رونق جگہ تھی، دُکان پر مختلف چھوٹے چھوٹے کپڑے کے ٹکڑوں پر لکھے ہوئے مٹھائیوں کے نام لٹکے ہوئے تھے، انگور پھلکی، کیلا پھلکی، سیب پھلکی، اناناس پھلکی وغیرہ۔ دکان پر خریداروں کی ہر وقت زبردست بھیڑ جمع رہتی تھی اس لیے مسز شمسہ شاہد کو بار بار آکر خریداروں کو ایک لائن میں کھڑا کرنا پڑتا تھا، جب بھیڑ قابو سے باہر ہونے لگی تو مسز شمسہ شاہد نے وہاں چار والنٹیر لڑکیوں کی ڈیوٹی لگادی۔ دکان کے پیچھے ایک چھوٹے سے خیمے میں قدسیہ کی ماں بیٹھی ہوئی پھلکیاں تل رہی تھیں ان کی مدد کے لیے کئی لڑکیاں مقرر کردی گئی تھیں میلہ ختم ہونے کے بعد سلمہ اور قدسیہ کے والدین کو جو شکریہ کا خط اسکول کی طرف سے بھیجا گیا اس میں ان دونوں لڑکیوں کی انتہائی تعریف کے ساتھ یہ فقرہ بھی تھا،" جب سے یہ میلہ قائم ہوا ہے اس وقت سے آج تک اتنی کامیاب دُکان کسی نے نہیں لگائی تھی اور نہ کبھی اسکول کو اتنی آمدنی ہوئی تھی"۔

سو جا رے لاڈلے
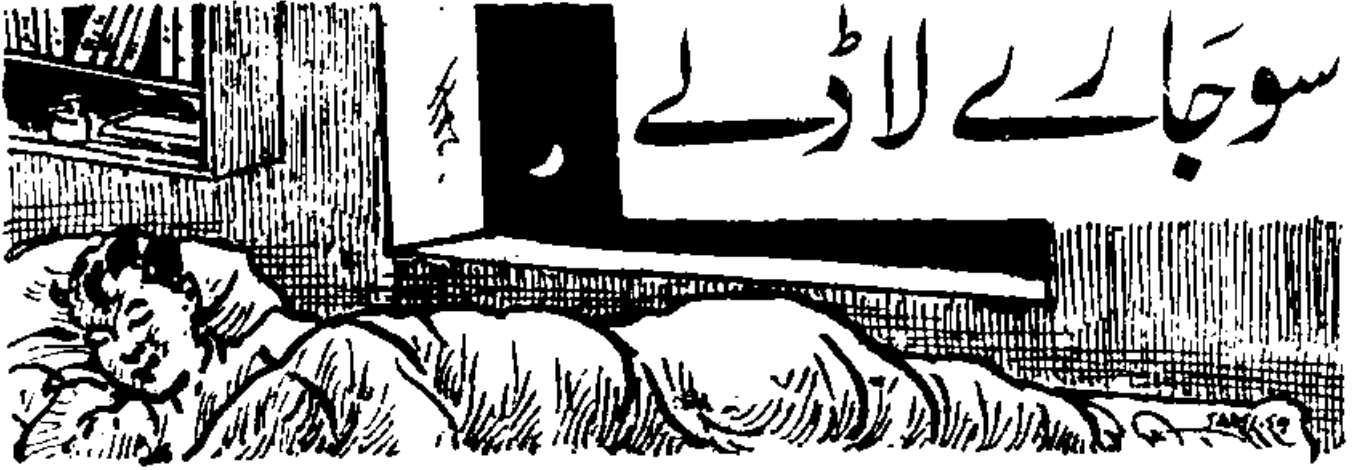
ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں، رات کافی بھیگ چکی ہے، ستاروں کی آنکھیں جھپکتی محسوس ہو رہی ہیں، دور کوئی گا رہا ہے ــــ "نیندیں گھلی ہوئی ہیں نشیلی ہواؤں میں ٭ سو جا رے لاڈلے مرے دامن کی چھاؤں میں" لیکن آپ ہیں کہ پڑھے جا رہے ہیں، جماہی پر جماہی اور انگڑائی پر انگڑائی آ رہی ہے، پھر بھی لیٹنے کا نام لیتے، مانا کہ امتحان قریب ہے اور آپ کے دل میں شاندار کامیابی کی امنگ مچل رہی ہے جب ہی تو دن رات ایک کر رہے۔ جب دیکھو کتاب ہاتھ میں لیے پڑھ رہے ہیں، یہ طریقہ اچھا نہیں آپ کو کم سے کم آٹھ گھنٹہ سونا ضرور چاہیے، جلد سو کر جلد اٹھ بیٹھنا بہت ہی مفید ہے اور دیر تک جاگتے رہنے کے بعد سویرے ہی اُٹھ بیٹھنا اور نیند بھر کر نہ سونا تندرستی کے لیے بہت خراب ہے۔ دن بھر کی محنت کے بعد آرام کی نیند نہایت ضروری ہے ــ نیند کیا ہے؟ آپ اسے ایک قدرتی بے ہوشی سمجھ لیجیے۔ سوتے میں دماغ اور اسکی قوتیں اپنا کام چھوڑ دیتی ہیں جاگتے میں آنکھ، کان، ناک وغیرہ سے جو خبریں دماغ میں پہنچتی رہتی ہیں نیند میں ان کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ طاقت اور صحت کو قائم رکھنے کے لیے سونا بہت ہی ضروری ہے اگر آپ نیند بھر کر نہ سوئیں گے تو قوت مدافعت کمزور ہو جائے گی اور پھر کوئی نہ کوئی بیماری آ دھمکے گی۔

بات یہ ہے کہ جاگنے میں آپ کے بدن کی قوت گھٹتی رہتی ہے اور رات کو جب آپ سو جاتے ہیں تو گھٹی ہوئی قوت لوٹ آتی ہے اس کے علاوہ بدن میں جو ٹوٹ پھوٹ ہو چکی ہے اس کی مرمت بھی ہو جاتی ہے۔

میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ پوچھنا چاہتے ہیں کہ رات دن میں کتنی دیر سونا چاہیے، سوال بہت ضروری ہے اور میں اس کا جواب ضرور دوں گا، جسم کی جو بناوٹ جاگنے میں برباد ہو گئی ہے سوتے میں وہ پھر تیار ہو جاتی ہے۔ اس طرح کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل ہو جاتی ہے پھر بھی نیند کی مدت مختلف ہوتی ہے، بعض لوگ بہت کم سوتے ہیں آپ نے سنا ہو گا کہ نپولین بونا پارٹ اور جرمنی کا بادشاہ فریڈرک اعظم بہت کم سوتا تھا اور ایڈیسن کو صرف پانچ گھنٹے سونے کی ضرورت ہوا کرتی تھی، لیکن وہ اونچا سنتا تھا اور اس کے کانوں میں بیرونی آوازیں کم پہنچا کرتی تھیں اس لیے وہ اتنے ہی وقت میں گہری نیند سو کر اپنی تھکن پوری کر لیا کرتا تھا اس معاملہ کا آسان فیصلہ یہ ہے کہ جب آپ تھک جائیں تو سو جائیں اور جب خوب آرام کر چکیں تو جاگ اٹھیں ویسے بارہ سال کی عمر والوں کو دس گھنٹے اور سولہ برس کے

نوجوانوں کو نو گھنٹے اور جوانوں کو سات آٹھ گھنٹے ضرور سولینا چاہیے۔

سونے کا سب سے اچھا وقت رات کا ہے گرمیوں میں ۹ بجے سو کر ۵ بجے اٹھنا چاہیے اور سردیوں میں ۱۰ بجے سے ۶ بجے تک سوتے رہیے۔ سوتے وقت اپنے بدن کو بھیگی ہوا اور اوس سے بچایے کھلی ہوا میں بھی نہ سوئیے جاڑوں میں ایسے کمرے میں سوئیے جہاں تازہ ہوا آتی رہے۔ مگر ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے بچنے کی ضرورت ہے۔ کمرے کے دروازے بند کرنے ضروری ہوں تو روشن دانوں کو کھلا چھوڑ دیجیے۔ جس پلنگ پر آپ سوئیں وہ لچکدار ہو اور بہت چھوٹا نہ ہو صاف اور نرم بستر پر سوئیے۔ زیادہ تر داہنی کروٹ پر لیٹیے اور کبھی کبھی بائیں کروٹ بدل لیجیے، چت نہ لیٹیے چت لیٹنے سے پیٹ پر غذا کا بوجھ پڑنے کی وجہ سے خون کے دوران میں رکاوٹ پڑنے لگتی ہے اور نیند اچاٹ ہو جاتی ہے کھانے کے دو گھنٹے بعد سونے کے لیے لیٹنا چاہیے اور آدھا گھنٹہ پہلے اپنے دماغ کو ہر قسم کی الجھنوں سے آزاد کر لینا چاہیے نیند نہ آئے تو کھانے کے تین گھنٹہ بعد گرم دودھ کا ایک پیالہ پی لیجیے۔ ہضم خراب ہونے کی وجہ سے نیند نہ آئے تو ہلکی ورزش کر لیجیے۔

ہمدرد مطب

عام بیماریوں کی علامات، علاج، معالجات، غذا، پرہیز

ہمدرد دواخانہ ایک عظیم دواساز ادارہ ہی نہیں ہے بلکہ اس میں ترقی طب اور حفظ صحت کے مختلف النوع کام بھی ہوتے ہیں۔ اس ادارہ کا ایک شعبۂ مطب ہمدرد ہے جو مشرقی طب کا سب سے کامیاب اور مقبول مطب ہے۔ یہ کتاب اس مطب اور ہمدرد کی مجلس تشخیص و تجویز کے سالہا سال کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ تقریباً ڈھائی سو امراض کا علاج مع غذا، پرہیز اور ہدایات درج ہے۔

ہمدرد مطب

دواخانوں، مطبوں، معالجوں اور گھروں کیلیے ایک نہایت کارآمد اور ضروری کتاب ہے۔

صفحات ۲۰۸۔ رنگین سرورق۔ سفید کاغذ۔ عمدہ کتابت و طباعت

قیمت، ایک روپیہ محصول ڈاک، چھ نئے

ادارۂ مطبوعات ہمدرد۔ ہمدرد ڈاک خانہ کراچی

ابسے بہت مدّت پہلے کی بات ہے کہ ایک بادشاہ جس کا نام میلانوف تھا بڑا دولت مند تھا اس کی دولت کی انتہا نہیں تھی۔ اس کے پاس بہت سے خزانے تھے۔ لیکن سوائے بادشاہ کے اور کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہیں بادشاہ نے ان خزانوں کو اپنے محل میں ہی دفن کر رکھا تھا۔ کیوں کہ وہ اسے بہت عزیز تھے ــــ ان خزانوں کے راستے بھی بڑے عجیب تھے اور ان سے صرف بادشاہ ہی واقف تھا۔ اس نے ایسے بہت سے چور دروازے بنا رکھے تھے جو کسی کو نظر نہ آتے تھے۔ لیکن بادشاہ ان کو کھول بھی سکتا تھا اور بند بھی کر لیتا تھا ــــ یہ بادشاہ کبھی کبھی چپکے سے اپنے ان خزانوں میں جاتا تھا اور گھنٹوں وہاں بیٹھ کر اپنی دولت کا اندازہ کیا کرتا تھا۔ اس وقت وہ اپنی دولت کو دیکھ کر بے حد خوش ہوتا تھا۔ حالاں کہ اس کے پاس بے انتہا دولت تھی، مگر اسے دولت بڑھانے کی دھن ہر وقت رہتی تھی اور وہ ہر وقت اسی ادھیڑپن میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح دولت میں اضافہ ہو جائے..... اس لیے اس نے بے چارے کسانوں پر طرح طرح کے نئے ٹیکس لگائے اور ہر طرح سے ان سے لوٹ کھسوٹ کرتا رہا، اس وجہ سے اس کی رعیت بڑی پریشان تھی لیکن اس کے ظلم وستم سے کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ کچھ کہتے......

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ بادشاہ شکار کو گیا وہاں اسے شکار نہ مل سکا اور اسی بھاگ دوڑ میں وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا۔ اس کے ساتھی اسکے گم ہو جانے سے بڑے پریشان ہوئے وہ اسے تمام دن ڈھونڈتے رہے لیکن بادشاہ انھیں نہ مل سکا۔ ادھر بادشاہ تمام دن کی تھکن اور بھوک پیاس سے پریشان ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ سامنے سے ایک بوڑھیا گزری، بادشاہ نے اسے دیکھ کر آواز دی ــــ یہ بڑھیا بے چاری ایک فقیرنی تھی جب اس نے بادشاہ کو دیکھا تو گھبرا گئی اور مارے خوف کے تھرّانے لگی ــــ بادشاہ نے اس سے بڑی نحیف آواز میں کہا کہ میں پیاس کے مارے مر رہا ہوں خدا کے لیے مجھے کہیں سے پانی لا دو۔ تو بڑھیا فوراً بھاگی بھاگی قریب کے ایک گاؤں میں گئی اور وہاں سے ایک گھڑے میں پانی بھر لائی ــــ اس نے یہ کام بڑی پھرتی سے کیا۔ کیوں کہ کچھ تو اسے انعام کا لالچ تھا اور کچھ سزا کا خوف بھی تھا۔ وہ تمام راستے بڑے بڑے

خواب دیکھتی رہی کہ اسے بادشاہ خوش ہوکر کوئی بہت بڑا انعام دے گا اور پھر میں بقیہ تمام زندگی آرام و چین سے گزار دوں گی ۔ لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ یہ بادشاہ کس قدر ظالم ہے ..... جب بادشاہ پانی پی چکا تو ذرا اس کے اوسان ٹھکانے آئے اور اسے احساس ہوا کہ وہ دوبارہ زندہ ہوا ہے ــــ اس نے سامنے دیکھا کہ بڑھیا کھڑی ہوئی ہے اور اس کا سانس پھولا ہوا ہے ــــ اس بے چاری کے تمام کپڑے بھیگے ہوئے ہیں اور سر پر سے میلا میلا پانی ٹپک رہا ہے ۔ بادشاہ کو یہ دیکھ کر بڑی گھن آئی ــــ اس نے نفرت سے منہ پھیر لیا اور بڑھیا سے کہا جاؤ بس اب یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو ــــ ..... بے چاری بڑھیا ابھی کچھ سمجھی بھی نہ تھی کہ بادشاہ ایک دم چیخ پڑا ..... "جاؤ" ــــ بڑھیا کھسیانی ہوکر چلتی بنی ــــ لیکن وہ تمام راستے بادشاہ کو کوستی رہی ..... تھوڑی دیر میں بادشاہ کے ساتھی بھی وہاں آگئے اور انھوں نے جب بادشاہ کو بتایا کہ ایک بڑھیا کے بتانے پر ہم یہاں تک پہنچے ہیں تو کچھ دیر کے لیے بادشاہ کے دل میں رحم پیدا ہوا لیکن فوراً ہی بادشاہ اپنی فطرت کے مطابق سپاہیوں کو ڈانٹنے لگا ــــ

بچو! اگر اس بادشاہ کی جگہ اور کوئی ہوتا تو سے اس واقعہ سے بہت بڑا سبق مل جاتا ..... کیوں کہ بڑھیا نے باوجود اس کے کہ بادشاہ نے اس کے ساتھ ظلم کیا پھر بھی بادشاہ کے ساتھ انسانیت کا سلوک کیا .....

خیر ... کچھ دن بعد اس بادشاہ کے ملک میں قحط پڑ گیا ..... لیکن بادشاہ قطعی فکرمند نہ تھا کیوں کہ اس کے گوداموں میں تو اتنا غلہ بھرا ہوا تھا کہ دس سال بھی اگر قحط پڑتا تو اسے کانوں کان خبر نہ ہوتی ۔

جب بے چارے غریب لوگ بھوک کے مرنے لگے اور بادشاہ کو دھائی دیتے ہوئے اس کے محل میں پہنچے ، اور بادشاہ سے کہا کہ حضور سڑکوں پر جانور تو جانور انسان پڑے سڑ رہے ہیں اور انھیں اٹھانے والا کوئی نہیں ہے ــــ خدا کے لیے رحم کیجیے اور ہم لوگوں کے لیے اناج کا کوئی بندوبست کیجیے ..... تو بادشاہ نے کہا کہ تم لوگ چند دن کا صبر نہیں کر سکتے ..... کچھ دن بعد چنے کی فصل تیار ہو جائے گی تو یہ ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی ــــ ان لوگوں نے کہا حضور جب ہم ہی نہ ہوں گے تو کون فصل بوئے گا تو بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا اور ان لوگوں کو دھکے دلوا کر باہر نکلوا دیا .....

ایک دن بادشاہ بڑے آرام اور اطمینان سے اپنے خزانے میں گیا ..... یہ تو تم کو معلوم ہی ہے کہ اس کے خزانوں میں چور دروازے تھے اور انھیں صرف بادشاہ ہی جانتا تھا چناں چہ وہ بغیر کسی سے کہے حسب معمول اپنے خزانہ میں ان ہی راستوں سے گزرتا ہوا پہنچ گیا اور پھر دروازے بند کر دیے ..... وہ کئی گھنٹے تک اپنی اس ناجائز دولت میں گھرا بیٹھا رہا اور کھیلتا رہا کبھی اس کمرے میں جاتا اور کبھی دوسرے کمرے میں ..... آخر کار جب وہ تھک گیا تو جانے کے لیے دروازہ پر پہنچا اس نے جب دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا ۔ پھر وہ دوسرے دروازے پر گیا مگر وہ بھی نہ کھل سکا ۔ بادشاہ بڑا پریشان تھا وہ جانتا تھا کہ کسی کو بھی میرے یہاں آنے کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے ..... اس نے شروع میں تو کافی کوشش کی کہ کسی طرح دروازہ

کھل جائے۔ لیکن خدا کو یہ منظور نہ تھا.... بادشاہ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کیا وقت ہو چکا ہے۔ وہ برابر کوشش کرتا رہا اور جب اس کی طاقت نے جواب دے دیا تو اس نے چیخنا چلانا شروع کر دیا.... لیکن اس کی آواز باہر نہ پہنچ سکی.... وہ بد نصیب اسی طرح چیختا چلاتا رہا مگر محل میں تو سب لوگ سو رہے تھے.... اور جن لوگوں کو یہ معلوم بھی تھا کہ محل میں بادشاہ موجود نہیں ہے تو وہ بھی خاموش تھے کیوں کہ...... وہ نہیں چاہتے تھے کہ بغاوت ہو جائے۔

ادھر جب بادشاہ بہت ہی تھک گیا تو وہ وہیں ہیرے جواہرات کے ڈھیروں پر پڑ کر سو گیا۔ لیکن اسے ایسے قیمتی مگر سخت بستر پر نیند نہ آسکی..... تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ اُٹھ گیا..... اور اب اس نے سوچنا شروع کیا کہ کیا کرنا چاہیے.... اب اسے ہلکی ہلکی بھوک اور پیاس بھی لگ رہی تھی.... آخر کار کچھ سوچ کر اس نے سونے کی ایک سلاخ اٹھائی اور اسی جیسی دوسری سلاخ سے ہتوڑے کا کام لے کر دیوار کو توڑنا شروع کر دیا..... سونا اتنا گھٹیا نہیں ہوتا جتنا لوہا.... مگر لوہے کا کام سونے سے نہیں نکل سکتا۔ وہ سلاخیں مڑ گئیں۔ اب بادشاہ کو سخت بھوک لگ رہی تھی۔ پیاس کے مارے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ آج اس کو خیال آیا کہ واقعی بھوک میں انسان کا کیا حشر ہوتا ہے — اسے ان غریبوں کا خیال آیا جو قحط میں بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئے تھے — اسے اس بڑھیا کا خیال بھی آیا جو بے حد کمزور تھی مگر اس نے بادشاہ کو پانی پلایا تھا وہ رو پڑا..... آج عمر میں پہلی مرتبہ اس کی آنکھوں میں سے آنسو نکلے.... لیکن ان سے پیاس نہیں بجھ سکتی تھی — ان خیالات سے اس کی بھوک نہیں مٹ سکتی تھی...... وہ روتا رہا حتیٰ کہ وہ اتنا کمزور ہو گیا کہ اس سے اٹھا بھی نہ جا سکے..... بھوک پیاس نے اسے دیوانگی کی حد تک پہنچا دیا تھا۔ اور اگر اسے یہ احساس ہو جاتا کہ اسے اس تہہ خانہ میں بند ہوئے تین دن ہو چکے ہیں تو شاید وہ مر بھی جاتا مگر اسے وقت کا اندازہ تو ہوا ہی نہیں.... وہ بار بار حسرت سے قیمتی ہیروں کو اپنے ہاتھوں میں لیتا تھا اور چھوڑ دیتا تھا — وہ سونے کی سلاخوں کو دیکھتا تھا۔ اور سوچتا تھا کہ یہ دولت، یہ قیمتی ہیرے جواہرات اور یہ دھاتیں جن کی چمک سے آنکھیں چکا چوند ہو رہی ہیں میری بھوک نہیں مٹا سکتیں.... اس وقت ان کی قیمت اتنی بھی نہیں ہے کہ مجھے ایک مٹھی بھر چنے مل سکیں..... دو گھونٹ پانی مل جائے..... آہ دو گھونٹ پانی.....

اور پانی کا خیال آتے ہی اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنی چاہی..... لیکن پانی اور ایک سوکھی روٹی کا تصوّر لیے ہوئے اس نے بڑی بے بسی کے ساتھ دم توڑ دیا...

قول و فعل
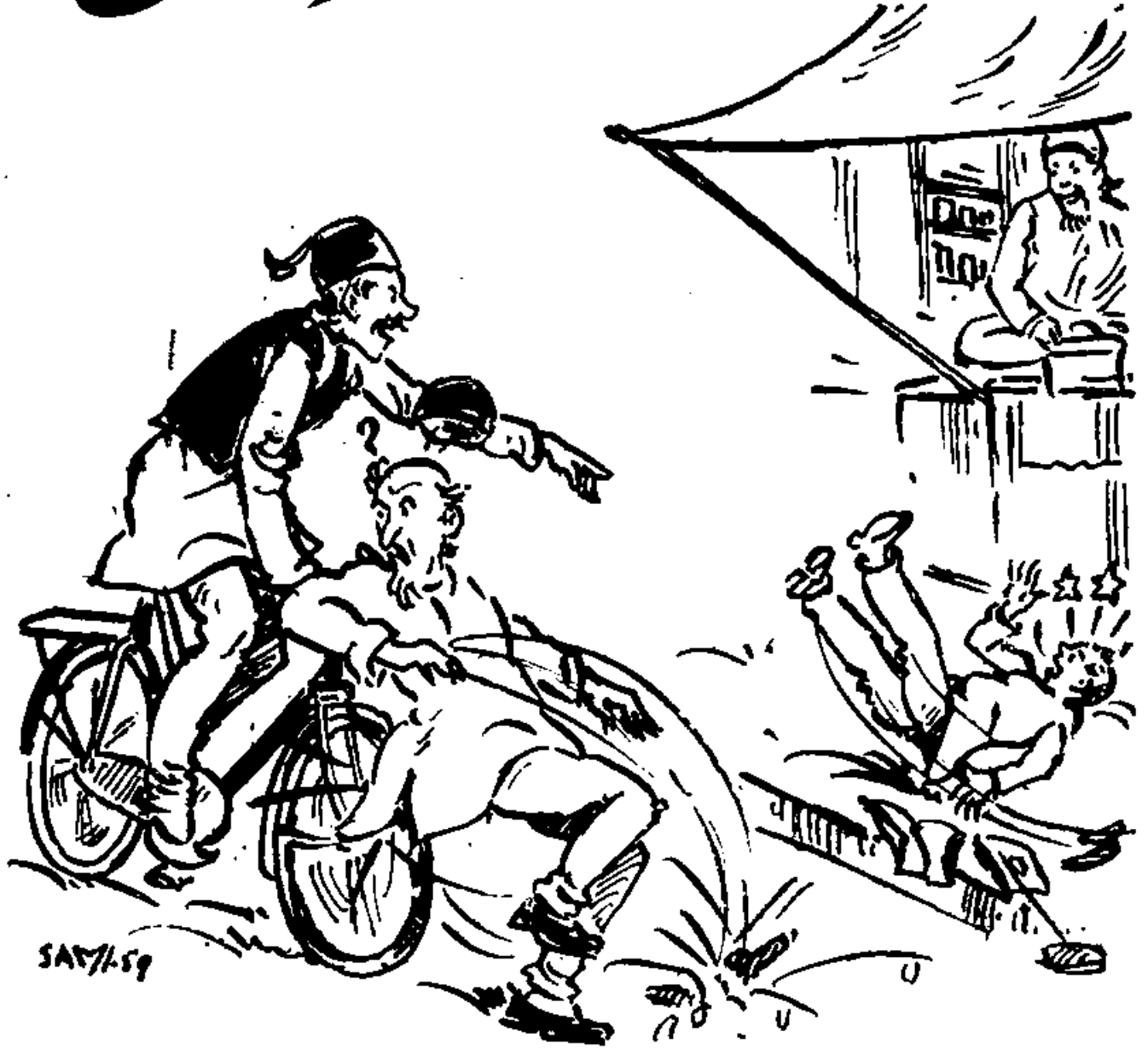
سائیکل سوار (اس بچے سے جو کیلے کے چھلکے سے پھسلکر گر گیا) میاں صاحبزادے!

ذرا دیکھ کر چلا کرو۔ آخر ہم بھی تو سائیکل چلا رہے ہیں۔
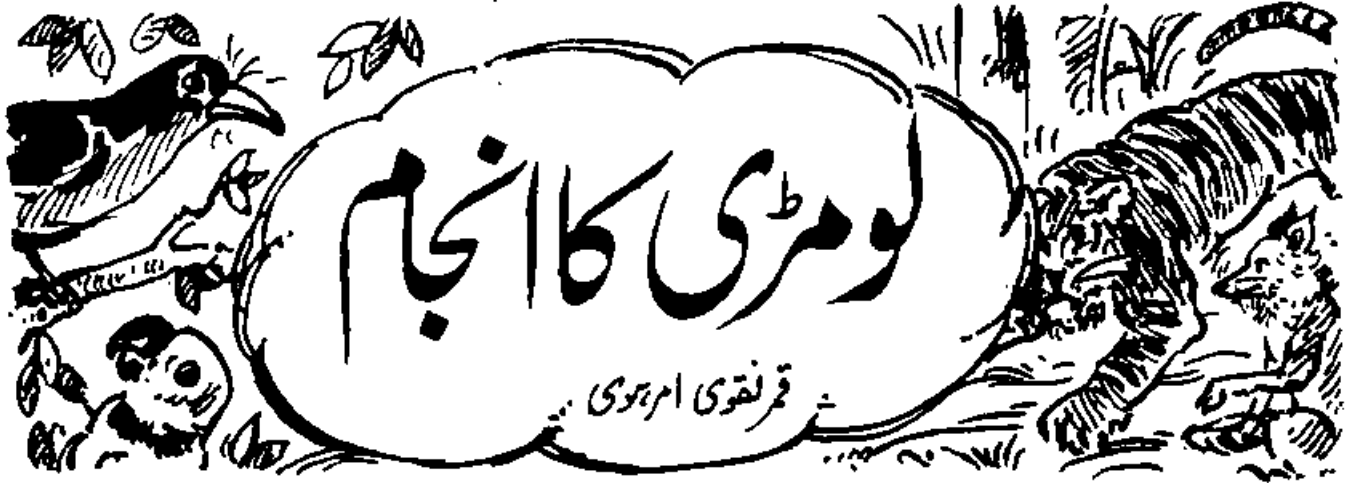
ایک جنگل میں ایک بوڑھا شیر رہتا تھا۔ اتفاق سے وہ سخت بیمار ہو گیا۔ سارے جنگل کے چھوٹے بڑے جانور اس کو دیکھنے کے لیے آئے لیکن صرف کوا نہیں آیا۔ لومڑی شیر سے کہنے لگی عالیجاہ جس وقت سے میں نے آپ کی بیماری کا حال سنا ہے بس اسی وقت سے میں سلاجیت کی تلاش میں جنگلوں اور پہاڑوں پر ماری ماری پھری لیکن افسوس کہ کہیں نہیں ملی میں نے سنا ہے کہ شیر کی ہر بیماری کے لیے سلاجیت اکسیر ہوتی ہے اگر مناسب خیال کریں تو یہ کام لنگور آسانی سے انجام دے سکتا ہے چوں کہ لنگور کو اس کے ملنے کی جگہ معلوم ہوتی ہے۔ حضور یقین کریں میں تو اپنے شاہ پر جان نثار کرنے کو تیار ہوں اگر یقین ہو کہ میرے خون سے آپ کو صحت مل جائے گی تو میں خون بھی دینے کو تیار ہوں اور مجھے انتہائی خوشی ہو گی کہ میرا حقیر خون شاہ کے کام آیا۔

شیر بولا دیکھو وہ سامنے لنگور بیٹھا ہے اس کو میرے قریب بلالو میں خود اس کو حکم دیتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد سلاجیت تلاش کر کے لے آئے۔

لنگور دونوں ہاتھ سر پہ رکھے ڈرتا کانپتا شیر کے قریب آکر لرزتی ہوئی آواز سے بولا عالیجاہ کا میرے لیے کیا حکم ہے۔ شیر کم زور آواز سے کہنے لگا تم اگر اپنے شاہ کی جان بچانا چاہتے ہو تو جلد سے جلد تازی سلاجیت کہیں سے لے آؤ لنگور دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا حضورِ عالی یہ تو بہت معمولی چیز آپ نے طلب فرمائی۔ لیجیے چند منٹ میں لے کر آتا ہوں اتنا کہہ کر لنگور ایک طرف چل دیا تو لومڑی معصوم صورت بنا کر بولی، سرکار مجھے آج ایک بات کا بہت تعجب ہے کہ آپ کی بیماری کو سن کر جنگل کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا جانور آپ کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو کر دوڑتا ہوا آ گیا لیکن کوے خاں اس قدر چالاک اور مغرور ہے کہ اس نے یہاں آنے کی بھی تکلیف گوارہ نہ کی۔

شیر کہنے لگا یہ بھی تو ممکن ہے کہ کوے کو میری بیماری کی خبر ہی نہیں ہوئی ہو تمھیں معلوم نہیں کہ اس بے چارے کو ایک روٹی کے ٹکڑے کے لیے کس قدر محنت کرنی پڑتی ہے اکثر تو وہ دن دن بھر بستی میں رہتا ہے۔ تب کہیں وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے۔

لومڑی بولی سرکار یہ تو عقل میں نہیں آتا کہ سارے جنگل میں آپ کی بیماری کا شور مچا ہوا ہو اور کوے خاں بالکل بے خبر ہوں سرکار اس کو اس کی بدکرداری اور غرور کی سخت سزا ملنی چاہیے۔

ایک طوطا لومڑی اور شیر کی باتیں بڑے غور سے بیٹھا ہوا سن رہا تھا اور وہ وہاں سے اڑ کر کوّے کے پاس آیا اور لومڑی اور شیر کی ساری بات کہہ کر بولا کہ میرا خیال ہے تم ابھی شیر کے پاس چلے جاؤ ورنہ خدا جانے تم پر کیا آفت آجائے کوّا کہنے لگا میاں مٹھو لومڑی کو بھی اس کی اس چغلخوری کا ایسا مزا چکھاؤں گا کہ وہ بھی کیا یاد کرے گی۔ اتنا کہہ کر کوا ہانپتا ہوا شیر کے پاس پہنچا اور جاتے ہی کہنے لگا سرکار کیا بتاؤں جس وقت سے میں نے حضورؐ کی بیماری کی خبر سنی ہے بستی کے حکیموں میں مارا مارا پھر رہا تھا بڑی مشکل سے ایک حکیم نے آپ کی بیماری کا حال سن کر یہ بتایا ہے کہ اگر بادشاہ کو لومڑی کا دل کھلا دیا جائے تو اس کو فوراً آرام ہو جائے گا اس کے علاوہ بڑھاپے کی وجہ سے اور کوئی دوا اثر نہیں کرے گی۔ شیر لومڑی سے کہنے لگا دیکھا تم نے ہمیں نہ کہتا تھا کہ کوّا یقیناً کسی کام میں مصروف ہوگا۔ اچھا اب کیا ارادہ ہے تم خود ہی ابھی کہہ رہی تھیں کہ سرکار پر میں جاں نثار کرنے کے لیے تیار رہوں۔ لومڑی کا شیر کی بات سُن کر سانس رُک گیا۔ لرزتی گھبرائی ہوئی آواز میں بولی میرے عالیجاہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں وہ میرے بغیر کس طرح زندہ رہیں گے اگر آپ کچھ دن کی مہلت دے دیں تو میرے بچے .... ذرا سمجھ دار ہو جائیں گے شیر غصے سے بولا جب تک تمھارے بچے سمجھ دار ہوں گے میں اس بیماری میں تڑپ تڑپ کر جان دے دوں گا۔ ذرا تو سمجھ کر بات کرو۔ لومڑی روتے ہوئے بولی اگر حضور اجازت دیں تو میں ایک اور لومڑی کا انتظام کر دوں کوّا جلدی سے کہنے لگا حضورؐ میں یہ تو کہنا ہی بھول گیا کہ حکیم نے یہ بھی بتایا تھا کہ جس لومڑی کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اس کا دل ذرا جلدی اثر کرے گا۔ شیر اتنا سُن کر غصے سے کہنے لگا، مکار لومڑی تو صرف باتوں سے اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی لے دیکھ اپنی باتوں کا نتیجہ اتنا کہہ کر شیر نے اپنے پنجوں سے لومڑی کو دبا کر اس کا دل کھا لیا اور کوّا خوش خوش وہاں سے اڑ گیا۔ خوشامد بری بلا ہے۔

ہمدرد صحت کے پرانے فائل

ہمدرد صحت کے ۵۲ء، ۵۳، ۵۴ء، ۵۵ء، ۵۶ء، ۵۷ء، ۵۸ء کے کچھ مکمل فائل دفتر میں موجود ہیں۔ اگر اصحاب ذوق چاہیں تو دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ ہمدرد صحت کی سالانہ قیمت مارچ ۵۳ سنہ ء تک دو رُپے اور جون ۵۸ سنہء تک ڈھائی رُپے رہی اور جولائی ۵۸ء سے چار رُپے ہو گئی ہے۔ اس لیے فائلوں کی قیمت اسی حساب سے وصول کی جائے گی۔ محصول ڈاک اس کے علاوہ ہوگا۔

پتہ: دفتر مطبوعاتِ ہمدرد، ہمدرد منزل ناظم آباد، کراچی
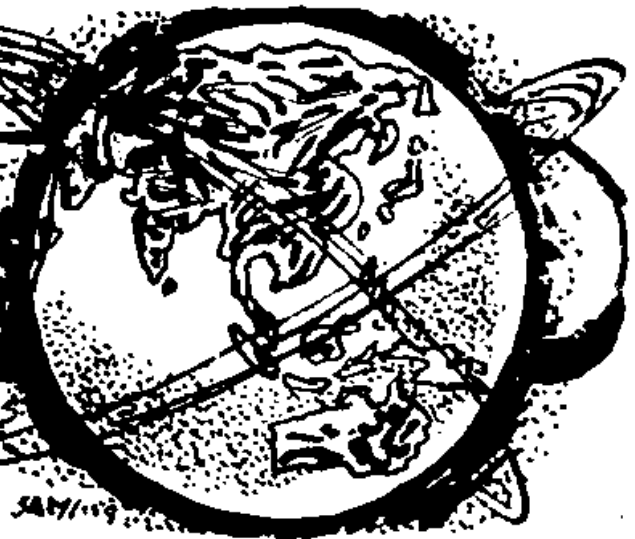
دنیا کے آٹھ ہزار بڑے سے بڑے سائنس داں آج کل اُس گولے کے متعلق ساری باتوں کا کھوج لگانے میں مصروف ہیں جس کا قطر آٹھ ہزار میل ہے اور جس کا زیادہ حصہ نمکین پانی سے گھرا ہوا ہے۔

تم خود اس گولے پر رہتے ہو اور اسے "زمین" کہتے ہیں۔ تم کہو گے کہ زمین کی بابت بہت سی باتیں سب ہی جانتے ہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ زمین کی بابت ابھی بہت زیادہ باتیں ایسی ہیں جن سے ہم بالکل واقف نہیں انھیں نامعلوم باتوں کو معلوم کرنے کے لیے دنیا کی ساٹھ سے زیادہ قومیں سائنٹیفک اشتراکِ عمل سے کام لے رہی ہیں، اس طرح مل جل کر کام کرنے کے لیے تاریخ میں پہلی مرتبہ اتنی ساری قومیں میدان میں آئی ہیں اور بہت سے کام جو وہ انجام دیں گی ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تقریباً ایک درجن مصنوعی چاند زمین کے گرد چکر لگانے کے لیے بنائے جائیں گے

اس پروگرام کا نام IGY ہے یعنی — (INTERNATIONAL GEOPHYSICAL YEAR)

پہلے اس اصطلاح کو اچھی طرح سمجھ لو "GEOPHYSICS" سے مراد ہے GEOLOGY یعنی ارضیات اور "PHYSICS" یعنی طبعیات، یعنی وہ سائنس جس کی مدد سے زمین کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس پروگرام کو مکمل کرنے کے لیے اٹھارہ مہینے وقف کیے گئے تھے۔ یعنی یکم جولائی ۱۹۵۷ء سے کام شروع کیا گیا تھا اور ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۸ء کو ختم کر دیا گیا۔ اس پروگرام پر دس کروڑ ڈالر صرف ہوئے۔

زمین کے گرد چکر لگانے والے مصنوعی چاند چھوڑنے کے علاوہ درجنوں دوسرے منصوبے ہیں جن سے زمین کے متعلق بہت اہم معلومات حاصل ہونے کی توقع ہے اور امید ہے کہ اس معلومات کا ہماری زندگیوں پر بہت اثر پڑے گا۔

مثلاً بارہ قوموں نے مل جل کر اپنے وسائل اس مقصد کے لیے وقف کیے ہیں کہ قطب جنوبی کے متعلق صحیح معلومات حاصل کی جائے، یہ ایک بڑا وسیع غیر آباد اور اجاڑ علاقہ ہے اور ہمیشہ برف سے ڈھکا رہتا ہے۔

اس علاقے کے متعلق سائنس داں ذیل کے سوالوں کے جواب فراہم کریں گے۔

قطب جنوبی کے اردگرد کس قدر برف ہے (اس وقت تک کا تخمینہ ساٹھ لاکھ مکعب میل ہے)

کیا قطب جنوبی واقعی امریکہ سے دوگنا بڑا براعظم ہے یا محض چند جزیروں کا مجموعہ ہے جو برف کے بڑے بڑے ڈھیلوں سے ڈھکا رہتا ہے۔

برف کس رفتار سے پگھل رہا ہے، کیا اس برف کے پگھلنے سے سمندر میں پانی اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ ہمارے اُن شہروں میں سیلاب آجائے گا جو سمندر کے کنارے واقع ہیں۔

جنوبی قطب میں روشنی کے پیدا ہونے کا سبب کیا ہے۔ یہ پُراسرار روشنی اکثرات کو قطب جنوبی اور قطب شمالی پر نمودار ہوتی ہے۔

سب سے اہم بات جو سائنس داں معلوم کرنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ قطب جنوبی کی برف کی چٹانیں ہمارے موسموں پر کس طرح اثر ڈالتی ہیں؟ یہ تو ہم جانتے ہی ہیں قطب کے علاقوں میں برفیلی ہواؤں کے بڑے بڑے تودے جمع ہو جاتے ہیں اور چکر لگاتے ہوئے تمام کرۂ ارض پر پھیل جاتے ہیں، اگر ہمیں یہ بات پورے طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ برفیلی ہوائیں ہمارے موسموں پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہیں تو ہم زیادہ صحت کے ساتھ ہوائی طوفانوں کے متعلق پیشین گوئی کر سکیں گے۔

موسمیات یا موسموں کا مطالعہ IGY کا سب سے اہم کام ہے، دو سو پچاس سے زیادہ زمین کے گرداگرد قطب سے قطب تک موسمی سٹیشن قائم کیے گئے ہیں، ان اسٹیشنوں سے اس امر کے متعلق معلومات حاصل کی جائے گی کہ فضائے بسیط کے شہابی ذرّے اور کائناتی شعاعیں ہمارے موسموں پر کیا اثر ڈالتی ہیں، آفتاب کے داغ ہماری آب ہوا کو کس طرح بدل دیتے ہیں، ٹھیک کس طرح تیز اور تند طوفان برپا ہوتے ہیں، ان سوالوں کے جواب جتنی صحت کے ساتھ ہم دے سکیں گے، اتنی ہی صحت سے ہم موسموں کے متعلق پیشین گوئی کر سکیں گے اس سے نہ صرف ہمارے کسانوں کو فائدہ پہنچے گا بلکہ اس سے ہوائی سفر بھی زیادہ محفوظ ہو جائے گا۔ اور پھر شاید ایک دن ایسا بھی آجائے گا جب ہم اپنی مرضی کے مطابق موسموں کو بدل سکیں گے۔

زمین کا صحیح نقشہ کھینچنا بھی IGY کے اہم مقاصد میں داخل ہے، ہمارے بہت سے نقشوں میں سو فٹ یا اس سے زیادہ کی غلطی ہے، یہاں تک کہ زمین کی شکل بھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہے، ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ وہ ناہمواری کے ساتھ کروی ہے، خط استوا پر ابھری ہوئی ہے اور قطبوں پر چپٹی ہے، لیکن یہ نہیں جانتے کہ کتنی ابھری ہوئی ہے اور کتنی چپٹی ہے یہ سب باتیں بہت ہی اہم ہیں۔

قشرِ ارض کی مُٹائی کتنی ہے؟ زمین کا اندرونی حصّہ کیسا ہے؟ کیا مختلف بڑا عظم اپنی جگہ سے ہٹ رہے ہیں؟ زمین جب گھومتی ہے تو لڑکھڑاتی کیوں ہے؟ زمین میں کشش کیوں ہے؟ سمندر کی گہرائیوں میں کس قسم کی لہریں پیدا ہوتی ہیں؟ یہ چیزیں ارضیاتی اور طبعیاتی اسرار کا ایک معمولی سا جز ہیں IGY سائنس داں ان چیزوں کے متعلق جو معلومات حاصل کریں گے وہ عملی طور پر بہت ہی مفید ہوگی مثلاً اگر ہمیں سمندر کی گہرائیوں کا صحیح علم ہوگا تو ہماری تحت البحر کشتیاں زیادہ اچھی طرح چل سکیں گی۔

امریکہ اور روس مصنوعی چاند فضائے بسیط میں چھوڑ رہے ہیں، روس نے دو مصنوعی چاند اب تک چھوڑے ہیں جن میں سے ایک ابھی زمین کے گرد چکّر لگا رہا ہے، امریکہ کا مصنوعی چاند بھی جس کا نام ایکسپلورر ہے یکم فروری کو چھوڑا گیا ہے اور وہ بھی زمین کے گرد چکّر لگا رہا ہے، بعد میں اعلان کیا گیا کہ امریکن مصنوعی چاند کا نام "۱۹۵۸ء الفا" رکھا گیا ہے۔

ریڈیو ٹرانسمیٹر کے ذریعہ جو ان مصنوعی چاندوں میں لگا ہوا ہے معلومات نشر کی جاتی ہے۔ جو زمین تک پہنچتی رہتی ہے، کائناتی شعاعوں کی تیزی اور تندی ناپنے کے لیے بھی اس میں ایک آلہ لگا ہوا ہے دوسرا آلہ سورج کی بنفشی شعاعوں کے متعلق معلومات زمین پر پہنچنے کے لیے لگا ہے یہ شعاعیں ریڈیو کے پروگرام کی وصولیابی میں اکثر خلل ڈالتی رہتی ہیں۔

لاکھوں شہابوں کے ٹکڑے زمین پر بمباری کر رہے ہیں، خوش قسمتی سے یہ ٹکڑے بہت چھوٹے ہوتے ہیں، اتنے چھوٹے جتنے زمین پر گرد کے ذرّے ہوتے ہیں اس لیے اوپر جو کرۂ ہوا ہے اس سے ٹکرا کر یہ ٹکڑے جل جاتے ہیں، ہاں جب یہ ٹکڑے بڑے بڑے ہوتے ہیں تو ہمیں وہ نظر آتے ہیں اور ہم انھیں "شہاب ثاقب" کہتے ہیں، کبھی کبھی یہ شہاب اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ وہ جلنے سے پہلے زمین پہ آپڑتے ہیں، فضائے بسیط میں اُڑتے ہوئے جب شہابوں کے ذرّے مصنوعی چاند سے ٹکرائیں گے تو چاند ایک مخصوص سگنل زمین پر بھیجے گا، یہ معلومات اس وقت ہمارے بہت کام آئے گی جب ہم فضائے بسیط میں اُڑانے کے لیے جہاز بنائیں گے

یہ مصنوعی چاند کب تک زمین کے گرد چکّر لگاتے رہیں گے اس وقت کوئی نہیں بتا سکتا۔ ممکن ہے چند ہفتے تک چکّر لگاتے یا چند مہینے تک یا چند سال تک۔

چوں کہ یہ مصنوعی چاند زمین کے چاروں طرف ایک ایسے خطّے میں چکّر لگا رہے جو مطلق خلا نہیں ہے اس لیے ہلکی سی مزاحمت یا رگڑ کا پیش آنا ضروری ہے، ہوا کے ہلکے ذرّے چاند کی رفتار کو سست کرتے رہتے ہیں اور اس کے چکّر زمین کے قریب تر آتے جاتے ہیں اور جتنے وہ زمین کے قریب ہوتے جاتے ہیں اتنی ہی ہوا میں کثافت زیادہ ہوتی جاتی ہے اور مزاحمت اور رگڑ میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے، آخر کار وہ اس حد پر پہنچ جائے گا جہاں یہ رگڑ اُسے شہاب کی طرح جلا دے گی، روس کا پہلا مصنوعی چاند "اسپٹنگ نمبرا" اسی طرح ختم ہوا۔

ہم ان مصنوعی چاندوں کو دیکھ سکیں یا نہ دیکھ سکیں ہم ان کا حال تو اخباروں میں پڑھ ہی لیتے ہیں پھر یہ کیا کم ہے کہ ہم ایسے زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہیں جب انسان نے فضائے بسیط کو فتح کر لیا ہے اب اگلا قدم یہ ہوگا کہ مصنوعی چاند اصلی چاند کے گرد چکّر لگائے گا اور پھر مریخ اور مشتری کا نمبر ہوگا، اور پھر ممکن ہے کہ انسان بھی ان مصنوعی چاندوں میں بیٹھ کر فضائے بسیط میں جا سکے۔

سائنس کے بڑے بڑے ماہر کہتے ہیں کہ ایک دل کا اثر دوسرے دل پر بلا کسی مادّی واسطے کے پڑ سکتا ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ ہم بغیر تمھارے بتائے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس وقت تم کیا سوچ رہے ہو، اس کا ثبوت ہمیں جڑواں پیدا ہونے والوں سے ملتا ہے، جڑواں پیدا ہونے والے آپس میں کچھ ایسا ذہنی تعلق رکھتے ہیں اور اس درجہ ایک دوسرے کے ہمدرد ہوتے ہیں کہ اس کی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔

آؤ آج تمھیں کچھ جڑواں پیدا ہونے والوں کے عجیب و غریب حالات سنائیں۔

امریکا کے ایک شہر وچیتا (کنساس) میں دو ایسے آدمی تھے جو توام پیدا ہوئے تھے، ان کے نام تھے جان اسٹائٹ اور ولبر اسٹائٹ، یہ دونوں اس قدر یکساں تھے کہ دونوں میں سے ایک کو الگ پہچاننا مشکل تھا، صرف ان کی بیویاں پہچان لیتی تھیں، اور لطف یہ ہے کہ انھوں نے شادی بھی توام بہنوں سے کی تھی۔

سب سے زیادہ عجیب بات ان دونوں بھائیوں کے متعلق یہ تھی کہ وہ دونوں ایک طرح سوچتے تھے۔ اور وہ اس قدر یکساں تھے کہ ان دونوں کی آوازیں بھی ایک سی تھیں اور وہ ہنستے بھی بالکل ایک ہی طرح تھے۔ ان کے بعض دوست اکثر یہ کرتے تھے کہ ان میں سے ایک سے کچھ سوال پوچھتے تھے اس طرح کہ دوسرے کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود جواب دونوں کے ایک ہی ہوتے تھے صرف لفظ مختلف ہوتے تھے۔

اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ایک دفعہ جان اسٹائٹ کے بازو میں چوٹ لگ گئی تو اس کے بھائی نے بھی اپنے بازو میں اسی جگہ تکلیف محسوس کی حالانکہ وہ اس وقت اس سے فاصلے پر تھا، یہ بات اور جڑواں پیدا ہونے والوں میں بھی دیکھی گئی ہے، ایک بھائی کو خیال پیدا ہوا کہ اس کا بھائی کسی تکلیف میں مبتلا ہے، جب تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کا خیال صحیح تھا۔

اسٹائٹ بھائیوں کے ذکر میں دردمندی اور دل سوزی کا ایک عجیب واقعہ یہ ہوا جان اسٹائٹ باون برس کی عمر میں بیمار پڑ گیا اور اس کا بھائی ولبر اسٹائٹ اسکی

دیکھ بھال کرتا رہا، ایک دن شام کے وقت وہ کسی کام سے اپنے گھر گیا، جب وہ گیا ہے تو جان کی حالت اچھی تھی لیکن گھر پہنچنے کے چند ہی منٹ بعد اس کے منھ سے ایک دم نکلا کہ "جان کا انتقال ہو گیا"! بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے بھائی کا انتقال ٹھیک اسی وقت ہوا جس وقت ولبرٹ کے منھ سے وہ جملہ نکلا تھا۔

امریکا میں توام پیدا ہونے کے متعلق برابر تحقیقات جاری ہیں، مثلاً جانی ڈُڈ اور جیمی ڈُڈ دو توام بھائی ہیں، وہ عصبیاتی ادارے کے طبی مرکز میں پیدا ہوئے تھے، باپ بے چارہ غریب مزدور تھا، ڈاکٹر فریڈرک ٹلِنی نے اسے راضی کر لیا کہ وہ ان دونوں بچوں کو ان کے سپرد کر دے، ان کی تعلیم و تربیت وہ اپنے طور پر کریں گے۔

جانی کو سائنس کی تعلیم کے لیے منتخب کیا گیا اور جیمی کی تعلیم و تربیت معمولی انداز پر کی گئی۔ دونوں بچوں میں بظاہر کوئی خاص فرق نہیں معلوم ہوتا تھا، مگر تین سال کی عمر میں یہ اندازہ کیا گیا کہ جانی میں غیر معمولی ہمت اور ولولہ ہے اور جیمی بہت سمجھ دار ہے اور اس کا مزاج بہت اچھا ہے اور اس میں غصہ بالکل نہیں ہے۔

انگلستان میں دو توام بہنیں ہیں، مارگریٹ روتھوین اور ایلین روتھوین، وہ بالکل ایک ہی طرح سوچتی ہیں اور ایک ہی طرح باتیں کرتی ہیں، جو باتیں ایک بہن کسی سے کرے گی وہی باتیں دوسری بہن کسی اور سے کرے گی۔ مارگریٹ کہنے لگی ہمیں اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ ہم ایک دوسری کو یہ بتائیں کہ ہم کہاں گئے تھے اور کس سے ملے تھے ہمیں خود یہ معلوم ہو جاتا ہے، ایک بہن کی باتیں دوسری بہن پر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

اس سلسلے میں سیامی توام بھائی بہت مشہور ہیں یہ دونوں بھائی ساٹھ برس تک زندہ رہے اور ۱۸۷۴ء میں ۲½ گھنٹے کے فرق سے دونوں اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ ان دونوں بھائیوں کے نام اینگ اور چینگ تھے۔ پیدا ہونے کے کچھ دن بعد ان دونوں کو خرید لیا گیا تھا اور ان کی پرورش امریکا اور یورپ میں ہوئی وہ امریکا کی ایک جنوبی ریاست میں مقیم ہو گئے تھے اور وہیں انھوں نے دو بہنوں سے شادی کر لی تھی جن سے ان کے کئی بچے ہوئے۔ یوں تو اکثر توام پیدا ہونے والے یکساں ہوتے ہیں لیکن سیامی توام پیدا ہونے والے ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے۔

نیوزی لینڈ میں تو جڑواں پیدا ہونے والوں کا ایک اچھا خاصا خاندان ہے، ایک گھر میں دس بچے پیدا ہوئے اور وہ دسوں جڑواں بچوں کے پانچ جوڑوں کی صورت میں پیدا ہوئے، ان کا خاندانی نام ہمینڈ ہے اور وہ دانگانوئی میں رہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جڑواں بچے زیادہ تر سرد ملکوں میں پیدا ہوتے ہیں اور جتنا زیادہ شمالی علاقوں کی طرف بڑھتے جاؤ قریب قریب ہر گھر میں جڑواں بچے ملیں گے۔

ناروے میں ہر ۴۷ بچوں میں ایک جوڑا جڑواں بچوں کا پیدا ہوتا ہے، سویڈن میں ہر ۶۴ بچوں میں ایک جوڑا توام کا ہوتا ہے، ابھی تک یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ اس کا سبب کیا ہے۔

صحت   مسرت   دولت

ہمدرد صحت

ایڈیٹر: حکیم حافظ محمد سعید، دہلوی

گذشتہ پچیس سال سے ہمدرد صحت مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ اس کے خریداروں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو شروع ہی سے ہمدرد صحت کی مستقل خریدار ہے اور کسی قیمت پر اس کے کسی بھی پرچہ کو مطالعہ کیے بغیر چھوڑنے پر راضی نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمدرد صحت جیسا مفید اور معلوماتی رسالہ ہر گھر کی ایک ضرورت ایک سرمایہ ہے۔

مارچ ۱۹۵۹ء سے نئی ترتیب اور نئے مضامین

۱۔ نئے خیالات
۲۔ دلچسپ افسانے
۳۔ نفسیات
۴۔ چٹکارا
۵۔ بچوں کی کہانی
۶۔ جنسیات
۷۔ خواتین کا صفحہ
۸۔ سیکھو سکھاؤ
۹۔ امراض و علاج
۱۰۔ معیاری نظمیں
۱۱۔ غذائیات
۱۲۔ ورزش اور کھیل کود
۱۳۔ دلچسپ سوال و جواب
۱۴۔ تشریح بدنی
۱۵۔ حفظ صحت
۱۶۔ عجائب عالم

ہمدرد دواخانہ اس رسالہ کو عوام کی معلومات اور صحت و تعلیم کے لیے بہت بڑے پیمانہ پر خوبصورت گیٹ اپ کے ساتھ شائع کرتا ہے۔ ہمدرد صحت خرید کر آپ صرف چھ آنے میں بہت سے مفید معلوماتی اور دل چسپ مضامین پڑھ سکتے ہیں۔ سالانہ قیمت چار روپے

رنگین ٹائیٹل، خوبصورت تصاویر اور آفسٹ کی اعلا چھپائی کے ساتھ ہمدرد صحت کے کارآمد مضامین آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے۔ نئی رعایتی اسکیم کے ماتحت صرف چھ روپے میں آپ دو سال کے لیے خریدار بن سکتے ہیں۔

پتہ:- دفتر ہمدرد صحت   ہمدرد ڈاک خانہ   ناظم آباد کراچی

گرمی

سے پناہ نہ ڈھونڈیئے

ہر موسم کے کچھ خوشگوار پہلو بھی ہوتے ہیں۔ خواہ گرمی ہی ہی۔ رنگارنگ موسموں کا دور زندگی میں بے مزا یکسانیت کے بجائے تنوع پیدا کرتا ہے اور ہر تبدیلی اپنے ساتھ نئی تفریحات کا سامان لاتی ہے۔ یہ ایک طرح ہماری آزمائش بھی ہے کہ ہم کیونکر اپنی قوتِ اختراع سے کام لیکر موسم کی شدت کو نیچا دکھا سکتے ہیں۔
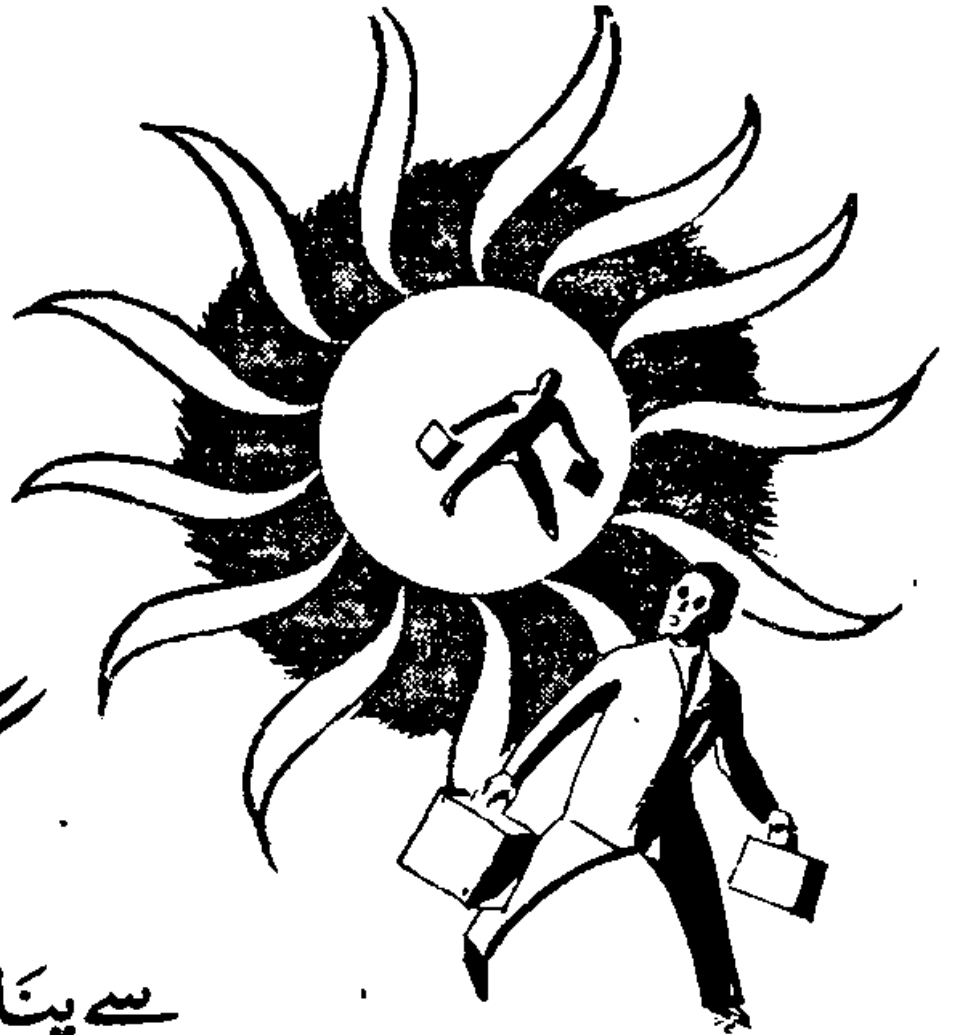
سال بہ سال گرمی میں "رُوح افزا" آپ کے اعصاب کو تروتازہ کرنے، جسمانی قوت کو قائم رکھنے اور گرمی کے اثرات سے نجات دلانے کے لئے حاضر ہوتا رہا ہے۔ روح افزا قوی اور پرتاثیر اجزا سے معمور، حیات بخش حیاتین سے بھرپور، خوش گوار، خوشبودار خوش ذائقہ اور فرحت بخش مشروب ہے۔

پیجیے

کو بھول جائیے

ہمدرد

لو پھر بہار آئی !

موسم کی مضرتوں سے بچیئے اور برکتوں سے فائدہ اٹھایئے

بہار کے موسم میں قدرت ہمارے جسم کو مسموم مادوں سے پاک کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم خون کی صفائی کے لیے مناسب تدبیر اختیار کریں تاکہ سمی مادے پھوڑے پھنسیوں کی شکل میں جسم سے نہ پھوٹ پڑیں۔

صافی

کا بر وقت استعمال آپ کو ان سب جلدی عوارض اور موسمی خرابیوں سے بچائے گا جو خون کے فساد سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً چیچک، خارش، خسرہ، اور کن پیڑے وغیرہ۔

صافی ان کا علاج بھی ہے اور ان سے محفوظ بھی رکھتا ہے۔ یہ مصفی خون بھی ہے اور نہایت خوش ذائقہ ٹانک بھی، جس کا استعمال سارے سال مفید ہوتا ہے۔

صافی خون صاف کرنے کی قدرتی دوا

ہمدرد مرہم جڑی بوٹیوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ تمام جلدی امراض خصوصاً خارش و کھجلی کا مجرب علاج ہے۔ داد، گنٹھیا، چوٹ، موچ، پھوڑے، پھنسیوں اور زخموں کو مندمل کرنے اور درد سے نجات دلانے میں تیر بہدف ہے۔
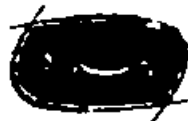
اچھی صحت اور اچھی قسمت کی بنیاد بچپن ہی میں رکھی جاتی ہے
اپنے بچے کو غذا کی کمی اور موسمی علالتوں کا شکار نہ ہونے دیجئے۔

"نونہال وہ صحت بخش ٹانک ہے جو آپ کے بچے کے
قوٰی کو مضبوط کرتا ہے اس کے بڑھنے اور پنپنے میں مدد گار
اور اس کی آئندہ ترقی کا ضامن ہے۔ اس میں وہ تمام
قدرتی اجزا موجود ہیں جن کی بچوں کے جسم اور دماغ کو
ضرورت ہوتی ہے۔

بچوں کی صحت کا محافظ
نونہال
ہمدرد

یہ ننھی سی جان کتنا کام کرے گی ؟

یہ لڑکیوں کی فطرت ہے کہ وہ گھر کے کام کاج میں ماں کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ کھیل کود اور پڑھنا لکھنا علیحدہ رہا۔ گویا اتنی سی جان پر بھی بہت سی ذمہ داریاں عائد ہیں جنہیں پورا کرنے کے لئے مسلسل قوت اور تندرستی درکار ہے۔ لہٰذا ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنی لاڈلی کی طاقت برقرار رکھنے کے لئے اسے سنکارا دیں جو خاص خاص جڑی بوٹیوں، معدنی جوہروں اور وٹامنز سے بھرپور ہے۔

سنکارا طاقت بخش اور خوش ذائقہ ہے۔ ہر موسم میں استعمال ہوتا ہے اور اپنی خوبیوں کی بنا پر صحت و توانائی کے لئے بڑا فائدہ مند ہے۔

سنکارا
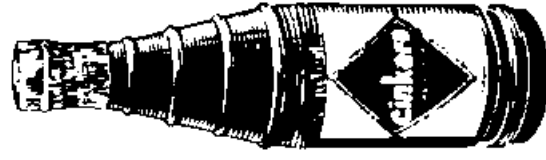
بچّوں کے لئے بے مثل ٹانک

— اور آپ کے لئے بھی

Regd. No. S. 1903 March, 1959
HAMDARD-E-NAUNEHAL

اب ت

بچوں کی پرورش کا پہلا سبق

بچے نازک، ناتواں اور بڑی دیکھ بھال کے محتاج ہوتے ہیں۔ تاہم اُن کے اندر نشوونما کی زبردست صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ مناسب نگہداشت، اچھی غذا اور عمدہ ٹانک کے استعمال سے اُن کے پنپتے ہوئے اور زندگی سے بھرپور جسم کو پوری پوری افزائش کا موقع مل سکتا ہے۔ نونہال کے باقاعدہ استعمال سے آپ کے بچے کو وہ تمام اجزا مناسب مقدار میں مہیا ہوتے رہیں گے جو اس کی نشوونما اور اُسے بیماریوں سے بچانے کے لئے ضروری ہیں

Mashhoor Press, Karachi